ماہنامہ خواتین

ماہنامہ خواتین

صفر المظفر/ربیع الاول 1448ھ اگست 2026ء

جلد:05
شمارہ:08

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ویب ایڈیشن

فہرست

قرآن وحدیث			
تفسیر	خواتین اور صدقہ وخیرات	محترمہ ام حبیبہ مدنیہ عطاریہ	2
شرحِ حدیث	بلی کی وجہ سے عذاب	محترمہ بنتِ کریم بخش مدنیہ عطاریہ	4
ایمانیات وعبادات			
عبادات	بدھ اور شبِ بدھ کی عبادات	محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ	6
فیضانِ سیرت			
اخلاقِ نبوی	حضور کی انصار سے محبت	محترمہ بنتِ طفیل عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)	9
معجزاتِ انبیا	حضرت داود علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (پہلی قسط)	شعبہ ماہنامہ خواتین	11
ازواجِ انبیا	سیدہ میمونہ (پہلی قسط)	شعبہ ماہنامہ خواتین	13
نیک خواتین کے سبق آموز واقعات	مصیبت ہے یا راحت؟	محترمہ ام سلمہ مدنیہ عطاریہ	15
فیضانِ بزرگانِ دین			
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	پیغامِ بنتِ عطار + 63 نیک اعمال (نیک عمل نمبر 43)	بنتِ عطار باجی	16
	شرح شجرۂ قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ (قسط 10)	محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ	18
	مدنی مذاکرہ	امیرِ اہلِ سنت	19
اسلام اور خواتین			
بیٹیوں کی تربیت	بیٹیوں کو سنتِ مصطفےٰ کی تربیت دیں	محترمہ ام میلاد عطاریہ	21
خاندان میں عورت کا کردار	بھتیجی اور بھانجی کا کردار	محترمہ بنتِ مدثر مدنیہ عطاریہ	23
علم نور ہے			
قرآنیات	وحی اور اس کی اقسام	محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ	25
دار الافتاء اہلسنت			
شرعی رہنمائی		مفتی محمد قاسم عطاری	27
اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل		مفتی محمد قاسم عطاری	29
رسم ورواج			
	اعتقادات وتوہمات (قسط نمبر 4)	محترمہ بنتِ مقصود عطاریہ	30
اخلاقیات			
کرنے والے کام	بچوں پر شفقت کیجئے	محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ	33
نا کرنے والے کام	بچوں پر بے جا سختی مت کیجئے	محترمہ بنتِ انور عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)	35
فیضانِ دعوتِ اسلامی			
نئی لکھاری	تحریری مقابلہ	محترمہ بنتِ لیاقت عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)	37
فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز کی جھلکیاں	سیرتِ مصطفےٰ کورس	شعبہ فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز	40

چیف ایڈیٹر
مولانا ابو الابصار قادری

سینئر معاون
مولانا ابوزین العابدین عطاری مدنی

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net
صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ دعوتِ اسلامی

Go To Index

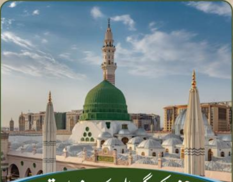

حضورِ اکرم گھر والوں کو دَم فرماتے

پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم مُعَوِّذات (یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس) پڑھ کر اس پر دم فرماتے۔

(مسلم، ص929، حدیث:5714)

تنگدستی سے بچنے کے لیے

رحمتِ عالَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو مجھ پر روزانہ
500 بار درود شریف
پڑھ لیا کرے گا وہ کبھی محتاج نہ ہو گا۔

(مستطرف، 2/508)

کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکے

اللہ پاک کے پیارے پیارے آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا:
جو شخص صبح و شام تین تین مرتبہ یہ پڑھے گا، تو اسے کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکے گی:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ
فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم

(ترجمہ: اللہ کے نام سے جس کے نام کی برکت سے زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہی سنتا جانتا ہے۔)

(ترمذی، 5/251، حدیث:3399)

(نوٹ: دُعا کے اوّل آخر ایک ایک بار دُرود شریف پڑھنا ہے۔)

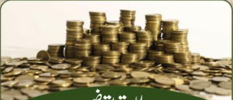

پہاڑ جتنا قرض

ایک مقروض سے مولیٰ علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں چند کلمات نہ سکھاؤں جو رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے مجھے سکھائے ہیں، اگر تم پر جَبَلِ صِیر (صِیر ایک پہاڑ کا نام ہے) جتنا دَین (یعنی قرض) ہو گا تو اللہ پاک تمہاری طرف سے ادا کر دے گا، تم یوں کہا کرو:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ
وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

(دیکھیے: ترمذی، 5/329، حدیث:3574)

خواتین اور صدقہ و خیرات

محترمہ ام حبیبہ مدنیہ عطاریہ
معلمہ و مفتشہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضان ام عطار گلبہار سیالکوٹ

اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ﴿۱۸﴾ (پ27، الحدید:18) ترجمہ: بیشک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا ان کیلئے کئی گنا بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لئے عزت کا ثواب ہے۔

تفسیر

قرآنِ مجید میں بہت سے احکام ایسے بیان ہوئے ہیں جن میں مردوں کا ذکر کر کے عورتوں کو بھی ان کے حکم میں شامل کیا گیا ہے، جیسے نماز، زکوٰۃ اور دیگر عبادات۔ اسی طرح کئی مقامات پر مردوں اور عورتوں دونوں کا مشترکہ ذکر کر کے ان کے اعلیٰ اوصاف اور فضائل بیان کیے گئے ہیں، مثلاً خشیتِ الٰہی، اطاعتِ الٰہی اور سچائی۔ انہی بہترین اوصاف میں سے ایک اہم وصف صدقہ و خیرات بھی ہے۔ چونکہ عورتوں میں مال کی محبت نسبتاً زیادہ پائی جاتی ہے، اس لیے قرآنِ کریم نے خاص طور پر مذکورہ آیت میں صدقہ کرنے والی عورتوں کا ذکر فرما کر ان کے عظیم اجر و ثواب کو واضح فرمایا ہے۔

صدقہ اس بیج کی مانند ہے جسے اللہ پاک زندہ کرتا ہے اور زمین کی زرخیزی کے مطابق اسے کئی گنا بڑھا دیتا ہے، یہی وہ صدقہ ہے جس کی قرآن و سنت میں ترغیب دی گئی ہے اور جس کے ذریعے اہلِ کتاب جیسی سنگ دلی سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے جن کے دل سخت ہو گئے تھے۔ قرآنِ کریم نے ابتدا ہی سے صدقہ کو ایمان کے ساتھ جوڑ کر بیان کیا ہے اور متعدد مقامات پر اس کی تاکید فرمائی ہے تاکہ واضح ہو کہ صدقہ ایمان کا لازمی ثمرہ ہے جو اس سے جدا نہیں ہوتا۔ قرآن اسے اس انداز میں پیش کرتا ہے کہ یہ صدقہ کو ایمان کی سچی گواہی قرار دیتا ہے۔ اللہ پاک نے ان لوگوں کے لیے جو قیامت کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں یا صدقے کی برکات کے فوری و دیرپا اثرات کا انکار کرتے ہیں، اسے حسی مثالوں سے مؤکد فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ مرد و عورتیں جو اس وصف پر قائم ہیں اور اپنے اموال کمزوروں پر خرچ کرتے ہیں، ان کا یہ عمل ان کے ایمان کی سچائی کی دلیل ہے کیونکہ ان سے کوئی دنیوی فائدہ مطلوب نہیں ہوتا۔ مردوں اور عورتوں دونوں کا الگ ذکر اس کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے اور بندوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ صدقہ کو اپنی عادت بنائیں یہاں تک کہ یہ ان کی طبیعت کا حصہ بن جائے۔[1]

اَقْرَضُوا اللّٰهَ سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے ہر اس کام میں خرچ کیا جس میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ پھر اس قرض کو مؤکد اور موصوف کرتے ہوئے قَرْضًا حَسَنًا فرمایا یعنی ایسا قرض جو خالص نیت اور خیر کے کاموں میں صدقہ و خرچ کرنے کے جذبے کے ساتھ دیا گیا ہو۔ اس (قرض) کا حُسن اس میں ہے کہ انسان اپنی پوری توجہ اپنے عمل کی طرف رکھے، اس کے ذریعے (اللہ پاک کے ہاں) اپنی پہچان بنائے اور اس کا اجر صرف اسی سے طلب کرے۔[2]

یاد رہے کہ صدقہ اس وقت تک حقیقی قرضِ حسن نہیں بنتا جب تک اس میں چند صفات جمع نہ ہوں: وہ مالِ حلال سے دیا جائے، خوش دلی کے ساتھ ادا کیا جائے اور اس کے بعد نہ احسان جتلایا جائے نہ کسی کو تکلیف دی جائے۔ بہترین اور پاکیزہ مال اللہ پاک کی راہ میں دیا جائے، نہ کہ گھٹیا چیز اور نیت صرف اللہ پاک

کی رضا ہو نہ کہ دکھاوے کی۔ مزید یہ کہ انسان اپنی محبوب چیز راہِ خدا میں دے، صحت و تندرستی میں جب زندگی کی امید ہو اور فقر کا اندیشہ بھی ہو، اس وقت صدقہ کرے۔ ساتھ ہی اپنے عمل کو بڑا نہ سمجھے بلکہ کم خیال کرے اور کثرت سے صدقہ کرے۔[3] جب یہ اوصاف جمع ہو جائیں تبھی صدقہ حقیقی معنوں میں قرضِ حسن بن کر عظیم اجر کا ذریعہ بنتا ہے۔ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کو بھی صدقہ و خیرات کی ترغیب یوں ارشاد فرمائی کہ ایک مرتبہ نمازِ عید کے بعد حضور عورتوں کے پاس تشریف لے گئے، انہیں نصیحت فرمائی اور خاص طور پر صدقہ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: **صدقہ کرو۔** حضور کی اس ترغیب کا عورتوں پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے فوراً اپنے زیورات اتار کر صدقہ کرنا شروع کر دیئے اور حضرت بلال کے کپڑے میں ڈالنے لگیں، یہاں تک کہ کافی مقدار میں زیورات جمع ہو گئے، جنہیں بعد میں مسلمان فقرا میں تقسیم کر دیا گیا۔[4]

اسی طرح حضور نے ایک مرتبہ خواتین کو صدقہ کرنے کی خصوصی ترغیب دلائی تو حضرت زینب جو اپنے شوہر حضرت عبد اللہ بن مسعود اور زیرِ کفالت یتیموں پر خرچ کرتی تھیں، نے پوچھا کہ کیا ان پر خرچ کرنا بھی صدقہ شمار ہو گا؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا: ہاں، اس پر دوگنا اجر ملے گا؛ ایک رشتہ داری کا اور دوسرا صدقے کا۔[5]

عورتوں کا صدقہ و خیرات کرنا عموماً شوہر کے مال سے ہوتا ہے۔ اس بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر بیوی شوہر کی اجازت سے اس کے مال میں سے راہِ خدا میں خرچ کرے تو شوہر اور بیوی دونوں کو ثواب ملتا ہے؛ شوہر کو مال کمانے اور اس کے مال سے صدقہ ہونے کا، جبکہ بیوی کو صدقہ کرنے کا اجر حاصل ہوتا ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ چونکہ شوہر نے محنت و مشقت سے مال کمایا ہوتا ہے، اس لیے اسے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ لہٰذا جب مرد کی اجازت سے اس کے گھر والے اس کی کمائی میں سے زکوٰۃ یا صدقہ ادا کریں تو اس کا اجر سب کو ملتا ہے، البتہ! زکوٰۃ کے معاملے میں واضح اجازت دینا اور فرض کی ادائیگی کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔[6]

خیال رہے کہ رب نے صدقہ کے بعد قرض کا ذکر فرمایا ہے، یا تو صدقہ سے عام خیرات مراد ہے جس میں صدقاتِ جاریہ بھی شامل ہیں اور قرض سے وہ صدقہ مراد ہے جس کا فقیر کو مالک بنایا جائے، یا صدقہ سے واجبہ اور قرض سے نفلی صدقات مراد ہیں، یا صدقہ سے خیرات اور قرض سے نیتِ خیر مراد ہے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں: صدقہ کا اجر یقینی ہے جیسے قرض کی ادائیگی یقینی ہوتی ہے اور مومن فقرا اللہ پاک کے محبوب ہیں کہ ان کے لیے قرض کا لفظ استعمال فرمایا گیا۔[7] تفسیر ابنِ کثیر میں ہے: اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ ان مردوں اور عورتوں کو ثواب عطا فرمائے گا جو اپنے مالوں میں سے حاجت مندوں، فقیروں اور مسکینوں پر صدقہ کرتے اور اللہ پاک کو قرضِ حسن دیتے ہیں یعنی وہ اپنا مال خالص نیت کے ساتھ اللہ پاک کی رضا حاصل کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ جن لوگوں کو وہ دیتے ہیں ان سے نہ کسی بدلے کی خواہش رکھتے ہیں اور نہ کسی شکریہ کی۔ اسی لیے اللہ پاک نے فرمایا: اللہ پاک ان کی ایک نیکی کا بدلہ دس گنا عطا فرمائے گا، پھر اس سے بھی بڑھا کر سات سو گنا تک کر دے گا، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔[8] یہ تو دنیاوی اجر ہے کہ اللہ پاک کی راہ میں کوئی چیز صدقہ کی تو اس سے کئی گنا لوٹ کر ملے گی۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ زکوۃ دینے والوں کی زکوۃ ہر سال بڑھتی ہے کیونکہ ان کے پاس مال بڑھ جاتا ہے تو یہ صدقہ دینے کا ہی اجر ہے۔ علامہ اسماعیل حقی وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ان کے لیے ایسا معزز اور عظیم اجر ہے جس کے ساتھ اللہ پاک کی رضا اور خصوصی عنایت بھی شامل ہو گی۔[9]

---

1 نظم الدرر، 19/ 282 تا 284 2 نظم الدرر، 19/ 284 3 تفسیر سمعانی، 5/ 373
4 سنن کبریٰ للنسائی، 1/ 549، حدیث: 1784 ملخصاً 5 بخاری، 1/ 495، حدیث: 1466 ملتقطاً 6 عورت اور قرآن، ص 267 ملخصاً 7 تفسیر نور العرفان، ص 862
8 تفسیر ابن کثیر، 8/ 55 9 تفسیر روح البیان، 9/ 367

Go To Index

بلی کی وجہ سے عذاب

محترمہ بنت کریم بخش مدنیہ عطاریہ
شعبہ ٹیچر ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ مجلس جامعۃ المدینہ گرلز

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: ایک عورت ایک ایسی بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوئی جسے اس نے باندھے رکھا۔ نہ اسے کھانا دیتی اور نہ چھوڑتی تاکہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی (یہاں تک کہ وہ بھوکی مر گئی)۔[1]

شرحِ حدیث

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بلی کو قتل کرنا اور بھوکا پیاسا یا قید میں رکھنا حرام ہے کیونکہ یہ عورت باوجود مسلمان ہونے کے اسی گناہ کی وجہ سے جہنم میں داخل کی گئی۔ اس حدیث سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جانوروں کا چارا پانی مالک کے اوپر واجب ہے۔[2]

جانوروں کو تکلیف پہنچانا منع ہے: اسلام ایک ایسا دین ہے جو ہمیں انسانوں کے ساتھ ساتھ جانوروں کے بھی حقوق بتاتا ہے۔ کیونکہ جانور بھی روح والے ہوتے ہیں، انہیں بھی درد ہوتا ہے، وہ بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں اور کسی بھی جاندار کو ناحق تکلیف پہنچانے کی اسلام میں ہرگز اجازت نہیں۔

حیوانات بھی انسانوں کی طرح اُمتیں ہیں: حیوانات کے متعلق اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓىِٕرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (پ7، الانعام:38) ترجمہ: اور زمین میں چلنے والا کوئی جاندار نہیں ہے اور نہ ہی اپنے پروں کے ساتھ اڑنے والا کوئی پرندہ ہے مگر وہ تمہاری جیسی امتیں ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیرِ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے: یعنی تمہاری طرح اُن کی بھی جماعتیں ہیں، یوں کہ انہیں بھی اللہ پاک نے پیدا کیا، اُن کے رزق کو اپنے ذمہ کرم پر لیا اور اُن میں انصاف قائم کیا، لہٰذا یہ ہرگز مناسب نہیں کہ تم اُن جانوروں پر ظلم کرو اور اُن کے بارے میں جو تمہیں حکم دیا گیا ہے، اُس سے تجاوز کرو۔[3]

ظلم خواہ انسان پر کیا جائے یا جانور پر دونوں صورتوں میں حرام ہے، بلکہ بے زبان جانور پر ظلم کرنا تو اس لیے زیادہ برا ہے کیونکہ جانور اپنی تکلیف کسی سے بیان نہیں کر سکتا۔ چنانچہ یاد رکھئے! اللہ پاک ظالموں کو پسند نہیں فرماتا۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے: اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (پ25، الشوریٰ:40) ترجمہ: بیشک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

جانوروں پر ظلم کی مختلف صورتیں: جانوروں کو مارنا، بھوکا پیاسا رکھنا، ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا، ان کی طاقت سے زیادہ کام لینا یہ سب صورتیں ظلم میں داخل ہیں۔ جیسا کہ امام احمد بن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انسان نے ناحق کسی چوپائے کو مارا یا اسے بھوکا پیاسا رکھا یا اس سے طاقت سے زیادہ کام لیا تو قیامت کے دن اس سے اسی کی مثل بدلہ لیا جائے گا جو اس نے جانور پر ظلم کیا یا اسے بھوکا رکھا۔[4]

فی زمانہ جانوروں پر کیا جانے والا ظلم: بعض لوگوں کو کبوتر وغیرہ پالنے کا شوق ہوتا ہے۔ کبوتر پالنا اگرچہ جائز ہے جبکہ شریعت کے دائرے میں رہ کر ہو۔ لیکن کچھ لوگ کبوتر پال کر ان کو دن بھر بھوکا پیاسا اڑاتے ہیں، جب وہ اترنا چاہیں تو انہیں اترنے نہیں دیتے۔ ایسا کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح بعض لوگ کبوتروں کو آپس میں لڑواتے ہیں، یہ بھی بلاوجہ ان کو تکلیف دینا ہے۔

جانوروں کی آپس میں لڑائی کروانا: جانوروں کو لڑانا مثلاً: مرغ، بٹیر، تیتر، مینڈھے، بھینسے وغیرہ کہ ان جانوروں کو بعض لوگ لڑاتے ہیں یہ حرام ہے اور اس میں شرکت کرنا یا اس کا تماشہ

Go To Index

دیکھنا بھی ناجائز ہے۔[5] افسوس! بعض جگہوں پر جانوروں، مثلاً: بیلوں، کتوں، مرغوں اور ریچھوں وغیرہ کی لڑائی کروائی جاتی ہے، اِس لڑائی کے لیے جانوروں کے مالکان انہیں اسی مقصد کے لیے پالتے اور لڑائی کی تیاری کرواتے ہیں، تیاری کے دوران مرغوں کے ناخنوں کو تراش کر تیز کیا جاتا ہے، یونہی کتوں وغیرہ کے دانتوں کو نوکیلا بنایا جاتا ہے، تاکہ دوسرے جانور کو جلد پچھاڑ سکیں، اس لڑائی میں جانور زخمی بھی ہوتے ہیں اور بعض اوقات مر بھی جاتے ہیں۔ ایسا کرنا جانوروں پر سَراسَر ظلم ہے۔

کیڑے مکوڑوں کو بلاوجہ مارنا: ایسے کیڑے مکوڑے جو تکلیف دینے والے نہ ہوں، جیسے چیونٹیاں، مکھیاں اور ان کی طرح تکلیف نہ دینے والے کیڑے وغیرہ، انہیں بلا وجہ مارنے کی شرعاً اجازت نہیں، لیکن اگر یہ نقصان یا تکلیف کا باعث بنیں تو انہیں ضرور تاً مارا جاسکتا ہے۔ لیکن کچھ لوگ ان کو بلاوجہ ہی مار دیتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو بہت تکلیف دہ طریقے سے مارتے ہیں، کبھی جلا کر تو کبھی بے دردی سے مسل کر بے زبان جانوروں کو تکلیف دی جاتی ہے۔ ایسا کرنا ظلم ہے اور جلا کر مارنے سے تو احادیثِ مبارکہ میں بھی منع کیا گیا ہے۔ بعض اوقات بچے بھی کھیل کود میں چیونٹیوں وغیرہ کو مسل دیتے ہیں، ان کو بھی ایسا کرنے سے روکنا چاہیے۔

قربانی کے موقع پر جانوروں کو اذیت دینا: عیدُ الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کے جانوروں کو بھی مختلف طریقوں سے تکلیف دی جاتی ہے۔ چھوٹی گاڑی میں کئی کئی جانور لاد دیئے جاتے ہیں، جانوروں کو گاڑی سے اتارنے کے لیے مناسب انتظامات کرنے کے بجائے چھلانگ لگوادی جاتی ہے جس سے بسا اوقات جانور زخمی بھی ہو جاتے ہیں، نیز جانور کو گھمانے کے نام پر بھی ان کو تنگ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ذبح کے وقت بھی بعض لوگ بہت بے رحمی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور بلاوجہ جانور کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ حالانکہ حضور کا فرمان ہے: وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَهٗ فَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهٗ یعنی جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، تم میں سے ہر ایک اپنی چھری کو خوب تیز کر لیا کرے اور اپنے ذبیحہ (یعنی جانور) کو آرام پہنچائے۔[6] حدیثِ پاک کے اس حصے میں حضور نے بطورِ خاص ذبح کے وقت جانور پر رحم کرنے کا حکم دیا ہے۔

دینِ اسلام نے جانوروں پر ظلم کرنے والوں کے لیے وعیدیں بیان فرمائیں تو جانوروں پر رحم کرنے والوں کو انعامات سے بھی نوازا۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا: مجھے اللہ پاک نے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا اور پوچھا: میری بارگاہ میں کیا لے کر آئے ہو؟ میں نے اپنی عبادات کا ذکر کیا، اللہ پاک نے فرمایا: میں نے ان میں سے کوئی چیز بھی قبول نہیں کی، ہاں! ایک مرتبہ تم بیٹھے لکھ رہے تھے کہ ایک مکھی قلم پر آبیٹھی، تو تم نے اس پر رحم کرتے ہوئے اسے سیاہی پینے دی۔ لہٰذا جس طرح تم نے اس پر رحم کیا، میں نے بھی تم پر رحم کیا۔ جاؤ! میں نے تمہیں بخش دیا۔[7]

گناہ کو معمولی نہ سمجھیے: معلوم ہوا کہ کسی بھی گناہ کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے، بسا اوقات بظاہر چھوٹا نظر آنے والا گناہ بھی اللہ پاک کی ناراضی کا باعث بن جاتا ہے۔ جیسا کہ اس عورت کو فقط بلی کو بھوکا پیاسا رکھنے کی وجہ سے عذاب دیا گیا۔ کوئی بھی گناہ خواہ بظاہر کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو اس کو کرنے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ اس میں اس اللہ پاک کی نافرمانی ہے جو ہمیں صبح و شام رزق دیتا ہے، جس نے ہمیں اس قدر نعمتیں عطا فرمائیں ہیں کہ جن کا شمار بھی نہیں ہو سکتا۔ ایسے احسان و نعمت کرنے والے کی نافرمانی بھلا کیسے چھوٹی ہو سکتی ہے! اللہ پاک ہمیں گناہوں سے بچنے اور انسانوں، جانوروں سبھی پر رحم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) بخاری، 2/ 408، حدیث: 3318 (2) شرح مسلم للنووی، جزء: 14/ 240، 241 (3) تفسیر قرطبی، الجزء السادس، 3/ 260 (4) زواجر، 2/ 174 (5) بہار شریعت، 3/ 512، حصہ: 16 (6) مسلم، ص 832، حدیث: 5055 (7) فیض القدیر، 1/ 606، تحت الحدیث: 941

Go To Index

بدھ اور شبِ بدھ کی عبادات

محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ
شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

دیگر دنوں کی طرح بدھ کا دن بھی بعض امتیازی خصوصیات اور تاریخی نسبتوں کا حامل ہے۔ ایک قول کے مطابق اللہ پاک نے بدھ کا دن حضرت یعقوب علیہ السلام اور پچاس رسولوں کو عطا فرمایا۔[1] اس دن اللہ پاک نے فرشتوں[2]، آسمانوں[3] اور نور کو پیدا فرمایا۔[4] مگر افسوس! بعض لوگ بدھ کے دن کو منحوس سمجھتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے بدھ کے دن حجامہ لگوایا تو آپ پر بیماری مسلط ہوئی یا بدھ کے دن آپ کی بیماری کی شروعات ہوئی۔ نیز بعض قوموں پر بدھ کے دن عذابِ الٰہی آیا، مثلاً: بدھ کے دن اللہ پاک نے سات کافروں کو سات چیزوں سے ہلاک کیا: (1) عُوج بن عُنق کو ہدہد کے ساتھ (2) قارون کو خسف (زمین میں دھنسانے) کے ساتھ (3) فرعون اور اس کے لشکر کو دریا کے ساتھ (4) نمرود ملعون کو مچھر کے ساتھ (5) قومِ لوط کو سنگریزوں کے ساتھ (6) شداد بن عاد کو حضرت جبریل علیہ السلام کی آواز ساتھ اور (7) قومِ عاد کو ہوا کے ساتھ ہلاک فرمایا۔[5] ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سزا و عذاب کا دن منحوس ہوتا ہے۔ لہٰذا بدھ کفار پر عذاب کا بھی دن ہے اور منحوس بھی۔ حالانکہ حکیمُ الامّت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسلام میں کوئی دن یا کوئی ساعت (وقت) منحوس نہیں۔ ہاں! بعض دن بابرکت ہیں۔[6]

تفسیر رُوح البیان میں ہے: صفر وغیرہ کسی مہینے یا مخصوص وقت کو منحوس سمجھنا درست نہیں؛ تمام اوقات اللہ پاک کے بنائے ہوئے ہیں اور ان میں انسانوں کے اعمال واقع ہوتے ہیں۔ جس وقت میں بندۂ مومن اللہ کریم کی بندگی میں مشغول ہو وہ وقت مبارک ہے اور جس وقت میں اللہ کریم کی نافرمانی کرے وہ وقت اس کے لئے منحوس ہے۔ حقیقتاً اصل نحوست تو گناہوں میں ہے۔[7] علمائے کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں بدھ کے دن اور رات کے تعلق سے چند ایسی عبادات و معاملات کا ذکر فرمایا ہے جن کو بجالا کر خواتین دنیا و آخرت کی ڈھیروں برکات حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہیں۔ ان کی ترغیب کے لئے بدھ کے دن اور رات میں کئے جانے والے چند اعمال ذکر کئے جاتے ہیں:

بدھ کا روزہ

حضرت مسلم قُرَشی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ساری زندگی کے روزے رکھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تمہارے اہلِ خانہ کا بھی تم پر حق ہے۔ پھر فرمایا: رمضان کے، اس کے بعد والے مہینے کے اور ہر بدھ و جمعرات کے روزے رکھو تو گویا تم نے ساری زندگی روزے رکھے اور افطار کیا۔[8]

ایک روایت میں ہے: جس نے رمضان، شوال، بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھا تو وہ داخلِ جنت ہو گا۔[9] حضور خود بھی ایک مہینے میں ہفتہ، اتوار اور پیر کا جبکہ دوسرے ماہ منگل، بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔[10]

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو ہر بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھے تو اللہ پاک اس کے لیے

Go To Index

جنت میں ایسا گھر بنائے گا جس کا باہری حصہ اندر سے اور اندرونی حصہ باہر سے دیکھا جا سکے گا۔[11]

قبولیتِ دعا کا وقت

حضور نے مسجد الفتح میں تین دن پیر، منگل اور بدھ کو دعا مانگی، تو بدھ کے دن دو نمازوں (ظہر اور عصر) کے درمیان دعائے مصطفےٰ قبول ہوئی اور آپ کے چہرۂ مبارک کے پر خوشی کے آثار دیکھے گئے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں: اس کے بعد جب مجھے کوئی اہم و سخت معاملہ درپیش ہوتا تو میں اسی (بدھ کی ظہر و عصر کے درمیانی) وقت کا ارادہ کرتا اور اس وقت میں دعا کرتا تو دعا کی قبولیت کو جان لیتا۔[12]

بزرگانِ دین کا معمول

علم نور ہے تو اس کی ابتدا نور کے دن ہی مناسب ہے۔[13] نیز حدیثِ پاک میں ہے: کوئی ایسا عمل نہیں جس کی ابتدا بدھ کے دن سے ہوئی ہو اور وہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچا ہو۔[14] لہٰذا کئی علمائے دین پڑھنے پڑھانے کے معاملے میں بھی اس حدیثِ پاک پر عمل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ بُرہان الدین زرنوجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے استاد شیخ الاسلام بُرہان الدین رحمۃ اللہ علیہ (صاحبِ ہدایہ شریف) کی عادت تھی کہ آپ سبق بدھ ہی کے روز شروع فرمایا کرتے تھے اور اس بات پر ایک حدیث روایت کر کے اس پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے کہ حضور نے فرمایا: کوئی ایسا عمل نہیں جس کی شروعات بدھ سے ہوئی ہو اور وہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچا ہو۔[15] سبق شروع کرنے کا یہی طرزِ عمل امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ آپ اس حدیث کو اپنے استاد شیخ قوام الدین احمد بن عبدُ الرشید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں اور میں نے چند با اعتماد لوگوں سے سنا ہے کہ شیخ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ہر نیک کام کو بدھ کے روز پر موقوف کر دیا کرتے تھے۔ بدھ کو کچھ خصوصیت یوں بھی حاصل ہے کہ بدھ وہ دن ہے جس میں اللہ کریم نے نور کو پیدا فرمایا اور یوں یہ دن کفار کے حق میں منحوس اور مومنین کے حق میں مبارک ثابت ہوتا ہے۔[16]

بدھ کے دن کے نوافل

بدھ کے نوافل

جس نے بدھ کے دن سورج بلند ہوتے وقت بارہ رکعت نماز ادا کی، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، تین بار سورۂ اخلاص اور تین تین بار مُعَوِّذَتَیْن (سورۂ فلق اور سورۂ ناس) کو پڑھا تو عرش کے پاس ایک فرشتہ پکارتا ہے: اے اللہ پاک کے بندے! نئے سرے سے عمل کر، تیرے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے۔ اللہ پاک نے تجھ سے قبر کا عذاب، اس کی تنگی و تاریکی اور قیامت کی سختیوں کو دور کر دیا۔ اس دن ایک نبی کے عمل کے برابر اس کا عمل بلند ہو گا۔[17]

شبِ بدھ کے نوافل

قیامت تک ثواب

جو بدھ کی رات دو رکعت نماز پڑھے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دس بار سورۂ فلق اور دوسری میں سورۂ فاتحہ کے بعد دس بار سورۂ ناس پڑھے تو ہر آسمان سے ستر ہزار فرشتے نازل ہوں گے جو قیامت تک اس کا ثواب لکھتے رہیں گے۔[18]

گھر کے 10 افراد کی شفاعت کا اختیار

جو (مسلمان اس رات) 16 رکعت نماز پڑھے، سورۂ فاتحہ کے بعد جتنا چاہے (قرآن) پڑھے، ہر دو رکعت کے آخر میں 30 بار آیۃ الکرسی اور پہلی دو رکعتوں میں 30 بار سورۂ اخلاص پڑھے تو وہ اپنے گھر والوں میں سے ان 10 اشخاص کی شفاعت کرے گا جن پر جہنم واجب ہو چکا ہو گا۔[19]

70 سال کے گناہوں کی معافی

جو شبِ بدھ چھ رکعات پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد یہ آیت قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ٘ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۲۶) (پ3، ال عمرٰن:26) پڑھے، جب اپنی نماز سے فارغ ہو تو یوں کہے: جَزَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا عَنَّا مَا هُوَ

اَهْلُهٗ تو اس کے 70 سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس کے لئے جہنم سے آزادی لکھ دی جائے گی۔[20]

بدھ کے دن حجامہ مت کروایئے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے بدھ یا ہفتے کے دن حجامہ کرایا، پھر اپنے جسم میں سفید داغ دیکھے تو وہ اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔[21] امام ابو جعفر نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ایک دن اس حدیث کو غیرِ صحیح سمجھتے ہوئے بدھ والے دن حجامہ کروایا تو مجھے مرضِ برص لاحق ہو گیا، پھر خواب میں حضور کی زیارت ہوئی تو میں نے آپ سے اس مرض کی شکایت کی تو حضور نے فرمایا: تم میری حدیث کی اہانت سے بچو (یعنی تم نے میری حدیث کو ہلکا جانا، اسی لئے اس مرض میں مبتلا ہوئے۔)[22]

بدھ کو ناخن کاٹنا کیسا؟

بدھ کے دن ناخن نہیں کاٹنے چاہئیں کہ برص یعنی کوڑھ ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح کا سوال کیا گیا کہ ایک حدیث میں بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی ممانعت آئی اور دوسری حدیث میں بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی فضیلت آئی، ان دونوں روایتوں میں تطبیق یا ترجیح کی کیا صورت ہے اور بدھ کے دن ناخن تراشنا کیسا ہوگا؟ اس کا جواب آپ نے یہ ارشاد فرمایا: یَوْمُ الْاَرْبِعَاء (بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی) ممانعت کی حدیث دونوں ضعیف ہیں، اگر روز چہار شنبہ وجوب کا دن آجائے مثلاً 39 دن سے نہیں تراشے تھے آج بدھ کو چالیسواں دن ہے اگر آج بھی نہیں تراشتا تو چالیس دن سے زائد ہو جائیں گے اور یہ ناجائز و مکروہِ تحریمی ہے تو اس پر واجب ہو گا کہ بدھ کے دن تراشے لیکن اگر حالتِ سعت و اختیار کی ہے تو بدھ کے دن نہ تراشنا مناسب کہ جانبِ خطر کو ترجیح رہتی ہے۔ امام ابن الحاج مکی علیہ الرحمہ نے بدھ کے دن ناخن تراشنے چاہے پھر خیال کیا کہ حدیث میں ممانعت آئی ہے پھر کہا یہ سنتِ حاضرہ ہے اور حدیث ضعیف، تراش لئے فوراً مبتلائے برص ہو گئے، شب کو زیارتِ اقدس سے مشرف ہوئے، سرکار میں فریاد کی، ارشاد ہوا کیا تمہیں حدیث نہ پہنچی تھی؟ عرض کی حضور میں نے خیال کیا کہ یہ سنتِ حاضرہ ہے اور حدیث ضعیف، ارشاد ہوا کیا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے فرمایا ہے؟ پھر دستِ اقدس ان کے بدن پر مس فرمایا کہ فوراً اچھے ہو گئے، اٹھے تو اچھے تھے۔[23]

منگل اور بدھ کے دن گوشت فروخت نہ ہونے کی وجہ؟

امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ سے سوال ہوا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ منگل اور بدھ کے دن اس وجہ سے بڑے جانور کا گوشت فروخت نہیں کیا جاتا کہ اس دن قابیل نے حضرت ہابیل رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کیا تھا، اس کی کیا حقیقت ہے؟ آپ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے یہ سب عوامی باتیں ہیں، پاکستان میں غالباً گائے اور بکرے کی قلّت کا مقابلہ کرنے کے لئے ہفتے میں دو دن منگل اور بدھ کو گائے اور بکرے کا گوشت فروخت نہیں کیا جاتا۔ دنیا میں ہر جگہ ایسا نہیں ہے کئی ملکوں میں منگل اور بدھ کے دن بھی گائے اور بکرے کا گوشت فروخت ہوتا ہے۔ پاکستان میں بھی بعض لوگ چھپ چھپا کر ان دِنوں میں گائے اور بکرے کا گوشت فروخت کرتے ہوں گے، کیونکہ ہوٹلوں پر ان دِنوں میں بھی گائے اور بکرے کا گوشت مل جاتا ہے۔ شادی وغیرہ کی تقریبات میں کھانے کا اہتمام کرنے کے لئے گائے اور بکرے ذبح کرتے ہوں گے۔[24]

---

(1) غنیۃ الطالبین، 2/124 (2) تفسیر طبری، 1/237، حدیث:602 (3) حلیۃ الاولیاء، 4/297، رقم:5613 (4) مسلم، ص1149، حدیث:7054 (5) فضائل الایام و الشہور، ص117 (6) مراۃ المناجیح، 5/484 (7) تفسیر روح البیان، 3/428 (8) ترمذی، 2/187، حدیث:748 (9) سنن کبریٰ للنسائی، 2/147، حدیث:2778 (10) ترمذی، 2/186، حدیث:746 (11) معجم کبیر، 8/251، حدیث:7981 (12) مسند امام احمد، 22/425، حدیث:14563 (13) فضائل الایام والشہور، ص115 (14) کشف الخفاء، 2/163، تحت الحدیث:2189 (15) کشف الخفاء، 2/163، تحت الحدیث:2189 (16) تعلیم المتعلم، ص72، 73 ملخصاً (17) قوت القلوب، 1/53 (18) مفتاح السعادۃ، ص728 (19) احیاء علوم الدین، 1/269 (20) احیاء علوم الدین، 1/269 (21) جامع صغیر، ص508، حدیث: 8328 (22) فیض القدیر، 6/45، تحت الحدیث:8328 (23) فتاویٰ رضویہ، 22/685، 686 (24) مدنی مذاکرہ، 22 رجبُ المرجب 1440ھ

Go To Index

حضور کی انصار سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 50ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جا رہے ہیں۔)

محترمہ بنتِ طفیل عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: درجۂ رابعہ پاکپورہ سیالکوٹ)

مدینہ منورہ میں رہنے والے وہ مسلمان جنہوں نے مہاجرین (یعنی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لانے والے) مسلمانوں کی مدد کی انہیں انصار کہا جاتا ہے۔

انصار صحابہ وہ خوش نصیب صحابہ کرام ہیں کہ جن کو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بہت سعادتوں سے نوازا۔ سب سے پہلی سعادت تو یہ تھی کہ حضور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں ہی تشریف لائے جہاں انصار صحابہ پہلے سے موجود تھے۔ انصار صحابہ کو یہ اہمیت بھی حاصل ہے کہ خود اللہ پاک نے ان کی فضیلت اور ان سب سے اپنی رضامندی کو قرآنِ مجید میں یوں بیان فرمایا:

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۝ (پ11، التوبۃ:100)

ترجمہ: اور بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

انصار صحابہ کرام بہت سی خوبیوں کے حامل تھے کہ ان حضرات نے دینِ اسلام کی مدد کی، دینِ اسلام کی اشاعت کی خاطر خوب کوششیں کی، مہاجرین صحابہ کرام کو اپنے پاس عزت و احترام سے ٹھہرایا، اسلام کی خاطر جانی و مالی قربانی دی، بارگاہِ رسالت میں اپنے اموال اور قیمتی جانور بھی پیش کیے، اسی لیے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بھی انصار سے بہت محبت تھی اور آپ ان کی خوشی پر خوش ہوتے۔ اس ضمن میں چند احادیث پیشِ خدمت ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کچھ بچوں اور عورتوں کو ایک شادی کی تقریب سے آتے ہوئے دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا: الٰہی! تو جانتا ہے، اے انصار! تم لوگ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ پیارے ہو۔ الٰہی! تو جانتا ہے، اے انصار! تم لوگ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ پیارے ہو۔ تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا۔[1]

ایک حدیثِ پاک میں انصار کی محبت کو علامتِ ایمان قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ایمان کی نشانی انصار سے محبت ہے اور منافقت کی نشانی انصار سے بغض ہے۔[2]

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے انصار سے اپنی دلی وابستگی اور دلی قربت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔ اگر تمام لوگ ایک وادی و گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی و گھاٹی میں چلوں گا اور انصار شِعار (جسم سے ملا ہوا اندرونی لباس) ہیں اور باقی لوگ دِثار (اوپر والا کپڑا) ہیں۔[3] یعنی جس طرح اندر والا کپڑا باہر والے کی بنسبت جسم و دل کے زیادہ قریب ہوتا ہے، اسی طرح انصار

بھی دیگر لوگوں سے میرے زیادہ نزدیک ہیں۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ انصار صحابہ کرام کس قدر اہمیت کے حامل تھے اور انہوں نے کس قدر خود کو اللہ و رسول کے لیے پیش کر دیا تھا اور یہ نہ سوچا کہ اگر ہم اپنا مال پیش کر دیں گے تو کہیں غربت کا شکار نہ ہو جائیں بلکہ صرف مال ہی نہیں اپنی جانیں بھی دینِ اسلام کے لیے پیش کیں۔

ہمیں بھی چاہیے کہ ان صحابہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اللہ و رسول کو راضی کرنے میں کامیاب ہو جائیں، دین کو آگے بڑھانے کے لیے ہم بھی کوششیں کریں، سنتوں کی پابند بن جائیں اور تقویٰ اختیار کر لیں کہ اسی میں دنیا و آخرت کی بہتری ہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں تمام صحابہ کرام کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان حضرات سے سچی پکی محبت نصیب فرمائے۔ آمین

محترمہ بنتِ ندیم یوسف عطاریہ
(طالبہ: دورۂ حدیث فیضانِ رضا سرجانی ٹاؤن)

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مبارک حیاتِ طیبہ محبت، شفقت، وفا اور انسانیت نوازی کا ایسا روشن باب ہے جس کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی۔ آپ نے ہر ایک کے ساتھ اچھا برتاؤ فرمایا، مگر جن خوش نصیب لوگوں نے دینِ اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا، ان سے حضور کی محبت بے مثال ہے۔ انہی سعادت مند لوگوں میں انصار صحابہ سرِفہرست ہیں۔

انصار صحابہ وہ مبارک لوگ ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مہاجرین کرام کا کھلے دل سے مدینہ منورہ میں استقبال کیا، جبکہ مکہ مکرمہ میں کفارِ قریش مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔ اس وقت انصار صحابہ نے حضور کو اپنے دلوں اور گھروں میں جگہ دی۔ ان کی یہی وفاداری تاریخِ اسلام کا سنہری باب بن گئی۔

حضور بھی انصار سے بے حد محبت فرماتے تھے، جس کا ذکر کئی احادیث میں ہے، جن میں سے چند پیش خدمت ہیں:

حضور کا انصاری صحابہ سے محبت کا اندازہ آپ کے اس فرمان سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر انصار ایک وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں بھی انصار کی اسی وادی یا گھاٹی میں چلوں گا۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔ (4)

غزوۂ حنین اور محبتِ انصار: ایک اور روایت میں ہے کہ غزوۂ حنین کے بعد جب مالِ غنیمت تقسیم ہوا تو حضور نے انصار صحابہ کو کچھ نہ دیا جس پر انہیں ملال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انصار کو خیمے میں بلا کر فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم اللہ پاک کے رسول کو اپنے ساتھ لے جاؤ؟ (5)

انصار و آلِ انصار کے لیے دعائے مغفرت: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم انصار کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ ایک حدیث پاک میں ہے: اے اللہ! انصار کی بخشش فرما، انصار کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد کی بھی مغفرت فرما۔ (6)

علامتِ ایمان: ایک حدیثِ مبارک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: انصار سے محبت ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے بغض نفاق کی نشانی ہے۔ (7)

ان احادیثِ مبارکہ سے حضور کی انصار صحابہ سے محبت اور ان سے راضی ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ان کے صدقے ہمیں بھی عشقِ رسول کی دولت سے نوازے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

1. بخاری، 2/556، حدیث: 3785
2. بخاری، 1/17، حدیث: 17
3. بخاری، 3/116، حدیث: 4330
4. بخاری، 2/554، حدیث: 3779
5. بخاری، 3/117، حدیث: 4333
6. مسلم، ص1044، حدیث: 6414
7. بخاری، 1/17، حدیث: 17

حضرت داود علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (پہلی قسط)

حضرت داود علیہ السلام اللہ پاک کے مقبول نبی ہیں جنہیں حضرت شمویل علیہ السلام کے بعد اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے شرفِ نبوت سے نوازا گیا۔ آپ خوفِ خدا، تقویٰ و پرہیزگاری، عاجزی و انکساری، عبادت و ریاضت اور خوش الحانی جیسے اعلیٰ اوصاف سے مالا مال تھے۔

پچھلی قسط میں ہم نے پڑھا تھا کہ جالوت کو قتل کرنے کے بعد وعدے کے مطابق طالوت نے اپنی آدھی سلطنت اور اپنی بیٹی حضرت داود کو دے دی تھی، حضرت شمویل کا وصال ہوا تو آپ نبوت سے بھی نواز دیئے گئے، پھر کچھ عرصے بعد طالوت کا انتقال ہوا تو آپ پوری سلطنت کے عظیم بادشاہ بن گئے۔

سلطنت کی منتقلی:

حضرت داود علیہ السلام کو سلطنت ملنے کے متعلق ایک عجیب واقعہ بھی تفاسیر اور تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے، چنانچہ تفسیر خازن میں ہے کہ جب طالوت نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت داود سے کر دیا اور انہیں اپنی بادشاہت میں شریکِ اقتدار کیا تو لوگ آپ کی طرف زیادہ مائل ہو گئے اور آپ کا بہت زیادہ ذکر کرنے لگے، یہاں تک کہ طالوت کے مقابلے میں آپ کو زیادہ چاہا جانے لگا، یہ بات طالوت کو ناگوار گزری، اس نے آپ سے حسد کیا اور آپ کے قتل کا ارادہ کر لیا۔

کئی کوششوں کے باجود وہ اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا، علما و عابدین نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی تو اس نے کئی علما اس وجہ سے قتل کر دیئے، آخر کار اس کے دل میں شرمندگی پیدا ہوئی اور اس نے اپنی توبہ کا راستہ تلاش کرنا شروع کیا۔ وہ ہر رات قبرستان جاتا اور اس قدر روتا کہ زمین آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔ ایک رات اسی طرح رو رہا تھا کہ ایک قبر سے آواز آئی: اے طالوت! کیا زندوں کو قتل کرنا کافی نہ تھا کہ اب مُردوں کو تکلیف دینے آگئے ہو! یہ سن کر اس کی بے قراری مزید بڑھ گئی اور وہ کسی عالم کی تلاش میں نکل پڑا جس سے وہ اپنی توبہ کا طریقہ معلوم کر سکے، مگر اس نے کوئی عالم نہ چھوڑا تھا جو اس کی راہ نمائی کرتا۔ بالآخر اسے ایک عبادت گزار عورت کا ٹھکانا بتایا گیا جو اسمِ اعظم جانتی تھی، وہ اس کے پاس آیا اور اپنے مسئلے کا حل پوچھا، عورت اسے حضرت شمویل علیہ السلام کی قبر پر لے گئی اور دعا کی تو حضرت شمویل اپنی قبر سے زندہ ہو کر اٹھ گئے اور فرمانے لگے: کیا قیامت قائم ہو گئی ہے؟ عورت نے کہا: نہیں، بلکہ یہ طالوت آپ سے اپنی توبہ کی صورت پوچھنا چاہتا ہے۔

حضرت شمویل نے اسے اس کی حرکتوں پر ملامت کی، پھر پوچھا: تمہارے کتنے بیٹے ہیں؟ اس نے کہا: دس، فرمایا: تمہاری توبہ اسی صورت قبول ہو سکتی ہے کہ تم اپنی بادشاہت چھوڑ دو اور اپنے بیٹوں سمیت اللہ پاک کی راہ میں جہاد کرو، اپنے سامنے اپنے بیٹوں کو لڑنے کے لیے پیش کرو یہاں تک کہ وہ تمہاری نظروں کے سامنے شہید ہو جائیں، پھر تم بھی لڑو یہاں تک کہ سب سے آخر میں تم بھی قتل کر دیئے جاؤ! یہ کہہ کر حضرت شمویل واپس اپنی حالت پر لوٹ گئے۔ چنانچہ،

طالوت نے بادشاہت چھوڑ دی اور اپنے بیٹوں سمیت اللہ پاک کی راہ میں لڑنے نکل گیا، یہاں تک کہ لڑتے لڑتے راہِ خدا

میں جان دے دی۔ طالوت کی حکومت چالیس سال رہی اس کے قتل کے بعد بنی اسرائیل حضرت داود علیہ السّلام کے پاس آئے اور انہیں اپنا بادشاہ بنالیا اور طالوت کے خزانے بھی ان کے حوالے کر دیئے۔[1]

حضرت یوسف علیہ السّلام کے بعد آپ پہلے شخص ہیں جنہیں سلطنت و نبوت دونوں عہدوں پر فائز کیا گیا اور آپ نے تقریباً ستر سال دونوں ذمہ داریوں کو پورا کیا۔[2]

قومِ اَیلہ کا عجیب حیلہ اور اس کی سزا

حضرت داود علیہ السّلام کی قوم بنی اسرائیل کے ستر ہزار افراد سمندر کے کنارے "ایلہ" نامی گاؤں میں رہتے تھے۔ یہ بڑی خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اللہ پاک نے انہیں ہفتے کے دن تمام دنیاوی مصروفیات وغیرہ چھوڑ کر عبادت کے لیے خاص کرنے کا حکم دیا تھا اور ان پر ہفتے کے دن مچھلی کا شکار حرام فرمایا تھا باقی دنوں میں شکار حلال تھا، قدرت کی طرف سے ان کی آزمائش یوں کی گئی کہ ہفتے کے دن دریا میں خوب مچھلیاں آتیں یہاں تک کہ یہ پانی کی سطح پر مچھلیاں دیکھتے، مگر اور دنوں میں مچھلیاں نہ آتیں۔ شیطان نے انہیں یہ حیلہ سکھایا کہ دریا کے کنارے بڑے بڑے حوض بنالو اور ہفتے کے دن دریا سے حوض کی طرف نالیاں نکال لو، یوں مچھلیاں خود بخود نالیوں میں آکر پھنس جائیں گی اور اتوار کے دن تم ان کا شکار کرلینا، ان لوگوں کو یہ شیطانی حیلہ بازی پسند آگئی، انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ ہفتے کے دن نالیاں بناکر مچھلیوں کو ان میں مقید کرنا بھی شکار کرنا ہی ہے جو کہ حرام قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ان میں تین گروہ بن گئے: ایک گروہ اس شیطانی حیلہ بازی سے منع کرتا اور اس دن شکار سے باز رہا، دوسرا گروہ اس کو دل سے برا جان کر خاموش رہا اور تیسرا گروہ ان نافرمانوں کا تھا جنہوں نے حکمِ خداوندی کی کھلم کھلا مخالفت کی اور شیطان کے حیلے کو قبول کرتے ہوئے ہفتے کے دن شکار کرکے ان مچھلیوں کو کھایا اور بیچا۔

ایک عرصے تک وہ اس نافرمانی میں مبتلا رہے، جب وہ اس سے باز نہ آئے تو منع کرنے والوں نے ان کا بائیکاٹ کرنا شروع کر دیا، ان سے ہر قسم کا تعلق ختم کر دیا اور گاؤں کے بیچوں بیچ ایک دیوار کھینچ کر ان سے علیحدگی قائم کرلی، نیز آنے جانے کا دروازہ بھی الگ کرلیا۔

حضرت داود علیہ السّلام نے ان نافرمانوں پر لعنت کی تو اس کا اثر یوں ظاہر ہوا کہ وہ سب کے سب بندر بن کر رہ گئے۔ جب لوگ ان کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو وہ ان میں سے اپنے رشتہ داروں کو پہچان کر ان کے کپڑوں کو سونگھتے اور زار و قطار روتے تھے مگر یہ ان کو نہیں پہنچاتے تھے۔ بندر بن جانے والوں کی تعداد بارہ ہزار تھی، یہ سب تین دن تک زندہ رہے اس دوران نہ کچھ کھا سکتے تھے، نہ پی سکتے تھے، اسی حالت میں وہ سب بھوکے پیاسے ہلاک ہوگئے۔ شکار سے منع کرنے والوں اور صحیح قول کے مطابق دل سے برا جان کر خاموش رہنے والوں کو بھی اللہ پاک نے ہلاکت سے بچالیا۔[3]

جلیل القدر بادشاہت اور فصلِ خطاب

حضرت داود علیہ السّلام کو اللہ پاک نے زبردست بادشاہت اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا علم عطا فرمایا تھا، یہاں تک کہ مفسرین فرماتے ہیں: حضرت داود علیہ السّلام روئے زمین کے بادشاہوں میں سب سے زیادہ طاقتور سلطنت والے تھے۔[4] لوگ آپ سے بہت محبت کرتے اور آپ کی خدمت و حفاظت کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر رات چھتیس ہزار لوگ آپ کی حفاظت کرتے تھے یہاں تک کہ صبح ہوتی تو آپ ان سے فرماتے کہ تم لوٹ جاؤ! اللہ پاک کا نبی تم سے راضی ہے۔ بعض نے چالیس ہزار بھی کہا ہے۔[5]

---

1. تفسیر خازن، 1/191، 192 ملخصاً، البدایۃ والنہایۃ، 1/454
2. سیرت الانبیاء، ص 680
3. تفسیر قرطبی، الجزء السابع، 4/219، 220 ملتقطاً، حاشیہ صاوی، 1/73 ملخصاً
4. تفسیر کبیر، 9/376
5. تفسیر کبیر، 9/376

سَیّدَہ میمونہ (پہلی قسط)

اُمُّ المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا نام پہلے بَرَّہ (نیکی) تھا، جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے تبدیل فرما کر میمونہ (برکت والی) رکھ دیا۔[1] آپ کے والد کا نام حارث اور والدہ کا نام ہند بنتِ عوف تھا۔[2] آپ اُمُّ الفضل زوجہ حضرت عباس اور سیدہ اسماء بنتِ عمیس کی سگی بہن،[3] جبکہ سیدہ زینب بنتِ خزیمہ کی ماں کی جانب سے بہن تھیں۔[4] آپ کا نسب حضور کے نسبِ مبارک سے اٹھارویں جدِّ محترم حضرت مُضَر پر جا کر مل جاتا ہے۔[5]

نکاح

جب حضور عمرہ قضا کی ادائیگی کے لئے صحابہ کرام کو ساتھ لے کر جُحْفَہ کے مقام پر پہنچے تو یہاں آپ کے چچا حضرت عباس بن عبدُ المطلب نے آپ سے ملاقات کی اور حضرت میمونہ کے حالات کے بارے میں بتاتے ہوئے عرض کی: اُن کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے اور پھر حضور کو اُن سے نکاح کی درخواست کی۔[6] آپ نے اسے قبول فرما کر پیغامِ نکاح بھیجا تو اُس وقت سیدہ میمونہ اُونٹ پر سُوار تھیں، یہ خوشخبری پا کر کہنے لگیں: اونٹ اور جو اس پر ہے اللہ پاک اور اُس کے رسول کا ہے۔[7] چنانچہ حضرت میمونہ نے اپنا معاملہ حضرت عباس کے حوالے کر (کے انہیں اپنے نکاح کا وکیل بنا) دیا، پھر حضرت عباس نے حضور کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔[8] اور ان کی طرف سے چار یا پانچ سو درہم مہر پیش کیا۔[9] حضور نے مقامِ سرف میں آپ سے نکاح فرمایا، اسی مقام پر رسمِ عروسی ادا فرمائی اور پھر بعد میں اسی مقام پر آپ کا انتقال ہوا۔[10] نیز یہیں تدفین بھی ہوئی۔[11] نکاح کے وقت آپ کی عمر مبارک 36 سال تھی۔[12]

اوصافِ سیدہ میمونہ

اُمُّ المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ خوفِ خدا رکھنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی خاتون تھیں۔[13] آپ اُن چار مبارک خواتین میں سے ہیں جن کے کامل ایمان کی گواہی زبانِ نبوت سے عطا ہوئی۔[14] آپ حضور کی وفات کے وقت موجود تھیں۔[15] آپ کا ایک نمایاں وصف حکمتِ عملی بھی ہے؛ چنانچہ میدانِ عرفات میں صحابہ کرام کے درمیان حضور کے روزے کے بارے میں اختلاف ہوا تو آپ نے بحث کے بجائے دودھ کا پیالہ خدمتِ اقدس میں بھیجا، جسے حضور نے نوش فرمایا،[16] اور یوں واضح ہو گیا کہ آپ اُس دن روزے سے نہیں تھے۔

آپ کی شخصیت کا نہایت روشن پہلو زہد و استغنا اور دنیاوی آسائشوں سے بے رغبتی ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن سائب نے اپنی پھوپھی اُمُّ المؤمنین سیدہ میمونہ کو ایک عمدہ بستر تحفہ دیا؛ وہ تھکی ہوئی تھیں، افطار کے بعد آرام کا ارادہ فرمایا اور بھتیجے کو بستر بچھانے کا کہا، پھر سو گئیں۔ صبح بیدار ہو کر فرمایا: اس غافل کر دینے والے بستر کو مجھ سے دور کر دو، میں اس پر آرام نہیں کرتی۔[17]

سیّدہ میمونہ کی مبارک آنکھیں حضور کی ہر ہر ادا کی امین تھیں؛ آپ کے جذبۂ خدمت کی بلندی دیکھیے کہ آپ نے گوشۂ تنہائی کے ان معمولات کو بھی ترتیبِ سنت میں ڈھال دیا

Go To Index

جن سے بعد میں اُمت فیض یاب ہوئی۔ چنانچہ حضور نے غسل فرمایا تو آپ جسمِ مصطفٰے کو صاف کرنے کے لئے کپڑا لے کر حاضر ہوئیں، مگر حضور نے نہ لیا اور ہاتھ سے پانی پونچھ پونچھ کر جھاڑا۔[18]

سیدہ میمونہ کی زندگی تقویٰ اور اطاعتِ الٰہی کا وہ اعلیٰ نمونہ ہے جہاں رشتہ داری کی محبت کبھی بھی احکاماتِ خداوندی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنی۔ آپ حق کی حمایت اور برائی سے روکنے میں اس قدر سخت تھیں کہ اگر کوئی قریبی عزیز بھی شرعی حدود کی خلاف ورزی کرتا تو آپ اسے معاف کرنے کے بجائے توبہ اور شرعی سزا پانے کی تلقین فرماتیں۔ چنانچہ ایک بار آپ کا کوئی قریبی عزیز آپ کے پاس آیا تو اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی جس پر آپ نے اسے فوراً شرعی عدالت میں حاضر ہو کر اعترافِ جُرم کرنے اور اس کی سزا پانے کا حکم دیا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: اگر تم مسلمانوں کے پاس نہ گئے تاکہ وہ تجھے کوڑے لگائیں تو آئندہ کبھی میرے گھر نہ آنا۔[19]

ام المومنین سیدہ میمونہ تبرکاتِ مصطفٰے کی امین تھیں اور ان تبرکات کی برکت سے عاشقانِ رسول کی روحانی پیاس بجھاتی تھیں۔ خالہ ہونے کی حیثیت سے حضرت ابنِ عباس پر آپ کی یہ عظیم عنایت تھی کہ جب وہ زیارتِ نبوی کے شوق میں بے قرار ہوئے، تو آپ کے گھر تشریف لائے۔ حضرت میمونہ نے حضور کا آئینہ آپ کو دیا جس میں حضور انور اپنا چہرۂ انور دیکھا کرتے تھے۔ حضرت ابنِ عباس نے جب آئینہ دیکھا تو اس میں بجائے اپنی صورت کے حضور کی صورت شریف نظر آئی۔[20]

آپ سنتِ نبوی کی بہت بڑی محافظ اور پاسبان تھیں۔ آپ کو یہ گوارا نہ تھا کہ علم کے پہاڑ حضرت ابنِ عباس جیسے جلیل القدر صحابی سے بھی سنت کا کوئی پہلو اوجھل رہے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کے بھانجے حضرت عبدُ اللہ بن عباس اپنی اہلیہ کا بستر حیض کے دنوں میں نہ صرف جدا کر دیتے ہیں بلکہ خود بھی دور دور رہتے ہیں تو آپ نے انہیں یہ نصیحت آموز پیغام بھیجا کہ کیا تم حضور کی سنت سے منہ پھیرے ہوئے ہو؟ کیونکہ حضور تو اپنی مقدس بیویوں کے حیض کے دنوں میں بھی ان کے ساتھ آرام فرما لیا کرتے اور درمیان میں گھٹنوں کے آگے تک ایک کپڑا ہوتا۔[21]

سیدہ میمونہ کا ذکرِ خیر جہاں آپ کے زہد و تقویٰ کی وجہ سے بلند ہے، وہیں آپ کا ایک بڑا وصف یہ بھی ہے کہ آپ معجزاتِ مصطفٰے کی ایک معتبر راویہ ہیں۔ آپ کی باریک بینی اور حضور سے گہری وابستگی کا اندازہ اس ایمان افروز واقعے سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور ایک رات حسبِ معمول نمازِ تہجد کے لیے اُٹھے اور وضو کرنے کی جگہ تشریف لے گئے۔ آپ نے سُنا کہ حضور نے تین مرتبہ لَبَّیْك اور تین مرتبہ نُصِرْتَ فرمایا۔ جب حضور وضو کر کے باہر تشریف لائے تو آپ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! میں نے سُنا ہے کہ آپ نے تین مرتبہ لَبَّیْك اور تین مرتبہ نُصِرْتَ فرمایا، گویا کہ آپ کسی سے کلام فرما رہے ہیں! تو ارشاد فرمایا: راجز مجھ سے فریاد کر رہا تھا۔[22] راجز کا معنی ہے: رجز یعنی شاعری کی ایک مخصوص بحر میں اشعار پڑھنے والا۔ یہاں راجز سے مراد حضرت عمرو بن سالم خزاعی ہیں۔[23] یہ مکہ میں اور حضور مدینہ میں تھے۔[24]

---

(1) استیعاب، 468/4، رقم: 3533 (2) سبل الہدی والرشاد، 207/11 (3) اجمال ترجمہ اکمال، 89/8 (4) شرح زرقانی، 416/4 (5) فیضان امہات المومنین، ص328 (6) استیعاب، 469/4، رقم: 3533 ملخصاً (7) تفسیر قرطبی، الجزء الرابع عشر، 154/7 (8) مستدرک، 40/5، حدیث: 6874 ملخصاً (9) شرح زرقانی، 423/4 ملتقطاً (10) معجم اوسط، 172/3، حدیث: 4225 (11) شرح زرقانی، 423/4 (12) آخری نبی کی پیاری سیرت، ص138 (13) حلیۃ الاولیاء، 102/4، رقم: 4901 (14) معرفۃ الصحابہ لابی نعیم، 3354/6، حدیث: 7676 (15) مراۃ المناجیح، 81/5 (16) بخاری، 654/1، حدیث: 1989 (17) حلیۃ الاولیاء، 153/5، رقم: 6659 (18) بخاری، 111/1، حدیث: 266 (19) طبقات ابن سعد، 110/8 (20) مراۃ المناجیح، 287/6 (21) مسند امام احمد، 402/44، حدیث: 26819 (22) معجم صغیر، الجزء الثانی، ص73 (23) مرقاۃ المفاتیح، 637/7، تحت الحدیث: 4046 (24) اسلام کی بنیادی باتیں، 71/3

Go To Index

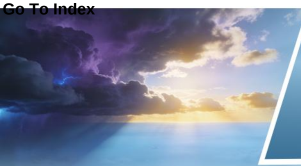

مصیبت ہے یا راحت؟

محترمہ اُمِّ سلمہ مدنیہ عطاریہ ملیر کراچی

حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کو ٹھوکر لگی اور ان کا ناخن ٹوٹ گیا مگر وہ (واویلا کرنے کے بجائے) مسکرانے لگیں۔ عرض کی گئی: کیا آپ کو درد محسوس نہیں ہو رہا؟ ارشاد فرمایا: (درد تو ہے لیکن) اس درد پر ملنے والے ثواب کی لذت نے میرے دل سے درد کی کڑواہٹ دور کر دی۔ [1]

جو مصیبت بندے کو اللہ پاک سے قریب کرے، آخرت کی فکر پیدا کرے اور ثواب و بلندیِ درجات کا سبب بنے، وہ حقیقت میں مصیبت نہیں بلکہ نعمت ہے۔ انسان اکثر دنیا کی رنگینیوں اور آسائشوں میں کھو کر غفلت اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، لیکن جب کوئی تکلیف یا آزمائش آتی ہے تو اسے اپنے رب کی یاد آجاتی ہے اور وہ توبہ و عبادت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اس اعتبار سے آزمائش بندے کے لیے رحمت اور نعمت بن جاتی ہے، کیونکہ اسی کے ذریعے وہ اللہ پاک کی اطاعت، عبادت اور فکرِ آخرت اختیار کرتا ہے، جو بسا اوقات راحت و آسائش کے ماحول میں مشکل ہو جاتا ہے۔

کئی مرتبہ انسان گناہوں بھری صحبت سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تمنا رکھنے کے باوجود اس ارادے میں کامیاب نہیں ہو پاتا، لیکن جب وہیں سے بے وفائی اور دھوکے بازی کا مظاہرہ ہو تو انہیں چھوڑنے کا مشکل ترین فیصلہ بھی لمحوں میں آسان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ضمیر کی ملامت کے باوجود حرام ذریعۂ روزگار کو چھوڑنا دشوار معلوم ہوتا ہے، لیکن جب وہ ذریعہ ہی ختم ہو جائے تو انسان حرام سے بچ کر حلال کی طرف آجاتا ہے۔ موبائل فون پر گناہوں بھری چیزیں دیکھتے ہوئے گناہ کا احساس ہونے کے باوجود بچنا نفس پر دشوار گزرتا ہے، مگر جب موبائل خراب ہو جائے، وائی فائی کنکشن کٹ جائے یا کوئی اور رکاوٹ پیدا ہو جائے تو ان گناہوں سے دور رہنا آسان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تندرستی میں جن گناہوں میں انسان مبتلا ہوتا ہے، بیماری آنے پر ان میں کمی آجاتی ہے اور بندہ اللہ پاک کی یاد میں لگ جاتا ہے۔ بہت سے لوگ مال و دولت کے سبب گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں، لیکن مال نہ رہے تو ان سے باز آجاتے ہیں۔ یہ چند مثالیں ہیں، ورنہ بہت سے معاملات ایسے ہیں کہ بظاہر آزمائش نظر آنے والی مصیبت حقیقت میں خیر کا باعث بنتی ہے، بلکہ کبھی وہ مصیبت ہوتی ہی نہیں بلکہ گناہ کے اسباب ختم ہو جانے کو مصیبت سمجھ لیا جاتا ہے۔

البتہ! یہ بات ذہن میں رہے کہ اپنے لیے مصیبت کی دعا نہیں کرنی چاہیے، بلکہ اللہ پاک سے عافیت مانگنی چاہیے۔ پھر اگر کوئی پریشانی آجائے تو صبر، ہمت اور حوصلے سے کام لیتے ہوئے اسے اللہ پاک کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ بعض کم ہمت لوگ ایسے مواقع پر بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور گناہوں، بلکہ کبھی معاذ اللہ کفریہ کلمات تک بک جاتے ہیں۔ لہٰذا ہر تکلیف کے وقت حوصلہ بلند رکھا جائے اور اس کے اُخروی فوائد پر نظر رکھی جائے تاکہ مصیبت کا احساس کم ہو جائے۔ نیز اگر اس آزمائش کے نتیجے میں گناہوں سے نجات مل جائے تو اللہ پاک کا شکر ادا کیا جائے، سچی توبہ کی جائے اور آئندہ ہر قسم کے گناہ سے بچنے کا پکا ارادہ کیا جائے۔ اللہ پاک ہمیں اپنی اطاعت گزار بندیوں میں شامل فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ خاتَمِ النّبیّٖن صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

[1] احیاء علوم الدین، 4/90

پیغامِ بنتِ عطار

63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر 43)

دعا مانگنا سنتِ نبوی ہے۔ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کثرت سے دعا فرمایا کرتے تھے، لہٰذا دعا کرنے سے اتباعِ سنت، ثواب اور دنیا و آخرت کی بے شمار بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں۔ دعا اللہ پاک سے مناجات، اس کا قرب پانے، اس کے فضل و کرم کی مستحق بننے اور بخشش و مغفرت حاصل کرنے کا نہایت آسان ذریعہ ہے۔ حقیقت میں دعا عبادت بلکہ مغزِ عبادت ہے اور گناہ گار بندوں کے لیے اللہ پاک کی عظیم نعمت ہے۔ قرآنِ مجید میں بھی کئی مقامات پر دعا کی اہمیت اور ترغیب بیان کی گئی ہے۔ اس لیے ہمیں اپنی روز مرہ زندگی میں دیگر عبادات کے ساتھ دعا کا بھی اہتمام کرنا چاہیے اور اپنے والدین، بزرگانِ دین، پیر و مرشد، معلمات، اولاد اور تمام مرحومین و مرحومات کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا چاہیے۔

دعا کی فضیلت واہمیت کے پیشِ نظر امیرِ اہلِ سنت **نیک اعمال** کے رسالے میں اس کی ترغیب دلاتے ہوئے نیک عمل نمبر 43 میں ارشاد فرماتے ہیں:

کیا آج آپ نے اپنے والدین اور اپنے پیر و مرشد کے لئے بے حساب مغفرت کی دعا اور کچھ نہ کچھ ایصالِ ثواب کیا؟ (ایک بار دُرُود شریف پڑھ کر بھی ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے)

دعا مانگنا ایک عظیم سعادت ہے اور قرآن و حدیث میں بار بار اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْؕ (پ24، المؤمن:60) ترجمہ: اور تمہارے رب نے فرمایا: مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا بندے اور اللہ پاک کے درمیان خاص تعلق کا ذریعہ ہے۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ انسان کو قیامت کے دن اصل فائدہ اللہ پاک کی عبادت ہی سے ہوگا اور چونکہ دعا بھی عبادت کی بہترین صورت ہے اس لیے اس کی خاص اہمیت ہے۔[1] اسی طرح حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ حضور نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہیں دشمن سے نجات دے اور رزق میں وسعت کرے؟ پھر فرمایا کہ رات دن اللہ پاک سے دعا مانگتے رہو، کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔[2] اس سے واضح ہوتا ہے کہ دعا نہ صرف عبادت ہے بلکہ دنیا و آخرت کی کامیابی کا مضبوط ذریعہ بھی ہے۔

دعا کی اہمیت کے پیشِ نظر ہمیں بھی دعا مانگنے کی عادت کو اپنانا چاہیے اور اپنی دعاؤں میں اپنے پیاروں کو بھی یاد رکھنا چاہیے خاص طور پر اپنے والدین اور پیر و مرشد کو اپنی دعاؤں میں کثرت سے یاد رکھنا چاہیے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کے ساتھ ساتھ روزانہ ایصالِ ثواب بھی کرنا چاہیے کیونکہ والدین کے ہم پر اس قدر احسانات ہیں کہ ہم اگر چاہیں بھی تو ان کے احسانات کا بدلہ نہیں اتار سکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ پاک میں جہاں اللہ پاک نے اپنی عبادت کا حکم دیا ہے وہیں والدین کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آنے کی تاکید بھی فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ (پ15، بنی اسرائیل:23) ترجمہ: اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف تک

Go To Index

نہ کہنا۔

والدین اللہ پاک کی عظیم نعمت ہیں جس کا تقاضا ہے کہ ان کی خوب خوب خدمت کی جائے، ان کے لئے دعائے مغفرت اور ان کی قدر کی جائے۔ ہمیں اپنے ماں باپ کے لئے یہ دعائیں کثرت سے کرنی چاہئیں:

(1) رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۠ (پ13، ابراھیم:41) ترجمہ: اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہو گا۔

(2) رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًاؕ (پ15، بنی اسرائیل:24) ترجمہ: اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

نیک عمل نمبر 43 کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ اپنے والدین اور پیر و مرشد کے لئے کچھ نہ کچھ ایصالِ ثواب کیا؟

ایصالِ ثواب کرنے کے بے شمار فوائد ہیں۔ ایصالِ ثواب زندہ و مردہ دونوں کو کیا جاسکتا ہے۔ والدین اور پیر و مرشد کے ہم پر بہت زیادہ احسانات ہیں، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ انہیں نیک اعمال، مثلاً: نفلی عبادات اور تلاوتِ قرآن کا ثواب ایصال کیا جائے، ان کی طرف سے غربا و مساکین پر صدقہ کیا جائے اور ان کے حق میں استغفار کیا جائے۔ الغرض ان کی زندگی اور وفات دونوں میں خوب خوب ایصالِ ثواب کیا جائے۔

ہمیں اپنے والدین، پیر و مرشد اور اپنی معلمات وغیرہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا چاہیے اور جن کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک فوت ہو گیا ہو تو ان کے لئے ایصالِ ثواب کرنا چاہیے۔ اس ضمن میں 2 فرامینِ مصطفےٰ پیشِ خدمت ہیں:

(1) جو اپنے والد یا والدہ کی طرف سے حج کرے تو اُن کا حج پورا کر دیا جائے گا اور اس (حج کرنے والے) کے لئے دس حج کا ثواب ہے۔[3] سبحان اللہ! جب کبھی نفلی حج کی سعادت حاصل ہو تو فوت شدہ ماں یا باپ کی نیت کریں تاکہ ان کو بھی حج کا ثواب ملے، آپ کا بھی حج ہو جائے گا بلکہ مزید دس حج کا ثواب ہاتھ آئے۔[4]

(2) جب تم صدقہ کرنے کا ارادہ کرو تو اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے کرو کہ اس کا ثواب انہیں ملے گا اور تمہارے ثواب میں کوئی کمی بھی نہیں آئے گی۔[5]

درود شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنے سے بے شمار برکتیں حاصل ہوتی ہیں، اس لیے والدین اور پیر و مرشد کو بھی دعا اور ایصالِ ثواب میں شامل رکھنا چاہیے، کیونکہ ان کے احسانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ علمائے کرام کے مطابق کسی مرشدِ کامل سے وابستگی ایمان کی حفاظت اور اصلاحِ آخرت کا ذریعہ بنتی ہے۔ ایصالِ ثواب کی ترغیب کے لیے ایک واقعہ یہ ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب میں ایک عورت کی بیٹی کو پہلے عذاب میں مبتلا دیکھا، پھر بعد میں اسی کو جنت میں نعمتوں کے ساتھ پایا۔ وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ ایک شخص کے درود شریف پڑھنے کی برکت سے اللہ پاک نے کئی قبروں کے عذاب کو ختم فرما دیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ درود شریف اور ایصالِ ثواب بہت بڑی رحمت اور نجات کا ذریعہ ہیں۔[6]

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب در اصل محبت اور وفاداری کا اظہار ہے۔ یہ فوت شدگان سے رشتہ برقرار رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے تاکہ ہم انہیں اپنی دعاؤں اور نیکیوں میں یاد رکھیں۔ اسی طرح دعا بھی صرف مانگنے کا نام نہیں بلکہ یہ خالق اور مخلوق کے درمیان ایک گہری وابستگی اور براہِ راست گفتگو ہے، جو دل کو وہ اطمینان دیتی ہے جو دنیا کی کسی اور چیز میں نہیں ہے۔

---

1. تفسیر کبیر، 9/527
2. مسند ابی یعلی، 2/201، 202، حدیث:1806
3. دار قطنی، 2/329، حدیث:2587
4. مدنی پنج سورہ، ص395
5. شعب الایمان، 6/205، حدیث:7911
6. التذکرۃ، ص77، 78 ملخصاً

شرحِ شجرہ

قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ (قسط 10)

محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ کراچی

10

نَصر اَبی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ
دے حیاتِ دین مُحیِ جانفزا کے واسطے

مشکل الفاظ کے معانی: **نصر ابی صالح:** حضرت ابو صالح عبدُ اللہ نصر۔ **صالح:** نیک، پرہیز گار۔ **منصور:** مدد کیا ہوا، کامیاب۔ **حیات:** زندگی۔ **محی:** زندہ کرنے والا۔ **جانفزا:** دل کو خوشی دینے والا۔

مفہومِ شعر: اے اللہ! اپنے نیک بندے شیخ ابو صالح نصر رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے مجھے بھی دینِ حق پر استقامت اور کامیابیاں عطا فرما اور حضرت شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے ہمارے دین کو سلامتی و تازگی نصیب فرما۔

شرح: اس شعر میں لفظ صالح دوبار آیا ہے ایک تو بزرگ کی کنیت ہے اور ایک بطورِ صفت ہے، دونوں میں مماثلت یہ ہے کہ دونوں کا معنی نیک ہے۔ اس شعر میں سلسلۂ عالیہ، قادریہ، رضویہ، عطاریہ کے انیسویں ویں اور بیسویں شیخِ طریقت یعنی حضرت شیخ ابو صالح عبدُ اللہ نصر اور ان کے فرزند حضرت شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہما کے وسیلے سے دعا مانگی گئی ہے، ان عظیم ہستیوں کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے:

حضرت ابو صالح عبد اللہ نصر: آپ کا نام عبدُ اللہ نصر، کنیت ابو صالح اور لقب عماد الدین ہے۔ آپ 24 ربیع الثانی 562ھ میں بغداد شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ شیخ عبد الرزاق رحمۃُ اللہِ علیہ کے صاحبزادے اور حضور غوثِ اعظم رحمۃُ اللہِ علیہ کے پوتے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ تاج النساء نہایت نیک، بابرکت اور علومِ حدیث کی عالمہ تھیں۔ آپ نے اپنے والدِ گرامی اور دیگر اکابر علما سے فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ آپ اپنے دور کے ممتاز فقیہ، محدث، عابد، زاہد، شیخ الوقت اور نہایت فصیح و بلیغ واعظ تھے۔ حضور غوثِ اعظم رحمۃُ اللہِ علیہ کے مدرسے کے نگران بھی رہے اور بے شمار لوگوں نے آپ سے فقہ و حدیث کا علم حاصل کیا۔ خلیفۂ وقت نے آپ کو قاضی القضاۃ (چیف جسٹس / جج) مقرر کیا، مگر اس بلند منصب کے باوجود آپ کی عاجزی و انکساری اور اخلاق میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ کی علمی و روحانی عظمت کا یہ عالم تھا کہ مساجد کے خطبوں میں آپ کا نام لیا جاتا تھا۔ آپ نے 27 رجب 632ھ کو وفات پائی اور بغداد شریف میں مدفون ہیں۔

حضرت محی الدین محمد بن صالح: آپ بغداد شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام محمد کنیت ابو نصر محمد، لقب محی الدین ہے۔ آپ شیخ ابو صالح نصر کے شہزادے، شیخ عبد الرزاق کے پوتے اور سرکارِ غوثِ اعظم کے پرپوتے ہیں۔ آپ اپنے پر دادا کے بہت مشابہ تھے۔ آپ نے اپنے والد کے زیرِ سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ ان کے علاوہ بہت سے علما و مشائخ و محدثین سے علمِ دین حاصل کیا۔ آپ اعلیٰ درجے کے محقق، مدرس، محدث اور اپنے وقت کے فقیہ تھے۔ آپ مطالعے کے بہت شوقین تھے۔ آپ نے اپنی تمام زندگی سنتِ نبوی کے مطابق گزار دی۔ آپ اپنے پر دادا حضور غوثِ اعظم کے مدرسے میں تاحیات تدریس فرماتے رہے۔ آپ نے علمِ دین کے فروغ و اشاعت میں خوب کوششیں کیں اور کامیاب ہوئے۔ آپ کا انتقال 22 ربیع الاول 656ھ بروز پیر بغداد شریف میں ہوا۔ آپ کا مزار اپنے پر دادا حضور غوثِ اعظم کے مدرسے کے احاطے میں ہے۔

اللہ پاک ان بزرگوں کے صدقے ہمیں گناہوں سے بچ کر نیک اعمال کرنے کی توفیق اور دین پر ثابت قدمی نصیب فرمائے۔

آمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلّم

مَدَنی مُذاکَرہ

ربیع الاول کی خوشی میں گھر کی صفائی کرنا باعثِ سعادت ہے

سوال: اگر کوئی اسلامی بہن ربیع الاول کی خوشی میں گھر کی صفائی کرے تو کیا اس کا اجر پائے گی؟

جواب: صفائی کرنا یا صفائی رکھنا سنّت ہے لہٰذا جب کبھی اپنے گھر کی صفائی کریں یا کپڑے صاف کریں تو یہ نیت کر لیں کہ صفائی کی سنّت ادا کر رہا ہوں۔ اسی طرح جب نہاتے ہوئے بدن صاف کریں تو اس وقت بھی یہ نیت کر لیں کیونکہ نہانے سے بھی جسم کی صفائی ہوتی ہے اور میل کچیل دور ہو جاتا ہے۔ بہر حال جشنِ ولادت کی نیت سے صفائی کرنا یقیناً اس کی تعظیم کرنا ہے اور یہ بہت ہی اچھا کام ہے۔(1)

منہ، دانتوں اور کپڑوں وغیرہ کی صفائی ضروری ہے

سوال: ہمارے یہاں چونکہ رمضان المبارک میں نمازیوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور بعض لوگوں کے منہ سے بدبو آ رہی ہوتی ہے تو اس حوالے سے راہ نمائی فرما دیجیے۔

جواب: کھانے کے بعد لکڑی کے تنکے سے خلال کرنا سنّت ہے مگر بہت سے لوگ خلال نہیں کرتے۔ ٹوتھ پک سے دانتوں کے درمیان پھنسے ہوئے ریشے نکالنا ضروری ہے کیونکہ اگر ان ریشوں کو نہیں نکالیں گے تو اگرچہ آپ دانتوں پر مسواک ملتے رہیں یہ نہیں نکلیں گے اور پھر جب یہ ریشے سڑیں گے تو بدبو اور بیماریاں لائیں گے اور ان کے جراثیم پیٹ میں جائیں گے۔

اعتکاف کرنے والے فنائے مسجد میں ایسی جگہ جا کر ان ریشوں کو نکالیں کہ جہاں سے مسجد میں بدبو نہ آنے پائے۔ جو لوگ کئی کئی دن تک ان ریشوں کو نہیں نکالتے تو انہیں نکالتے ہوئے ایسی بدبو آتی ہے کہ حساس طبیعت رکھنے والے کا دماغ پھٹنے لگے اس لیے دانتوں، منہ اور کپڑوں کی صفائی ضروری ہے۔ اگر صفائی کا خیال نہیں رکھ سکتے تو اعتکاف نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اگر آپ دورانِ اعتکاف بدبو کے بھبکے اڑائیں گے تو گناہ گار ہوں گے اور بدبو سے فرشتوں اور لوگوں کو بھی تکلیف ہوگی۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کو بدبو نہ آتی ہو مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی اور کو بھی نہیں آتی ہو گی کیونکہ بدبو سونگھ سونگھ کر اپنی ناک اٹ جاتی ہے اور بدبو محسوس نہیں ہوتی جبکہ دوسروں کو آ رہی ہوتی ہے۔ دانتوں کی طرح داڑھی میں بھی بدبو پیدا ہو جاتی ہو گی اس لیے کہ جب داڑھی والے جلدی جلدی کھاتے ہیں تو غذا کے کچھ اجزا داڑھی پر گرتے ہیں جس کے باعث داڑھی میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔

یاد رکھیے! غذا کھانے کے تھال میں تو خوشبو دیتی ہے مگر جب یہ کپڑوں اور داڑھی میں لگ جائے تو بدبو دیتی ہے لہٰذا ہو سکے تو پوری داڑھی کو ورنہ کم از کم داڑھی کا اتنا حصہ کہ جہاں غذا لگتی ہے اسے اچھی طرح صابن سے دھو لیا جائے۔ بہر حال ہر طرح سے صفائی رکھنی چاہیے اور بدبو ہوتے ہوئے مسجد میں نہیں آنا چاہیے بلکہ جب لوگوں میں جائیں تب بھی بدبو نہیں ہونی چاہیے۔ اسی طرح گھر میں بھی بھائی بہن، ماں بیٹے اور میاں بیوی کو ایک دوسرے سے بدبو نہیں آنی چاہیے کیونکہ یہ نفرت کا باعث ہے اور گھن آنے کی وجہ سے آدمی دور بھاگتا ہے۔

Go To Index

عبادات کے لیے منہ کی صفائی کا اہتمام

سوال: جس طرح اسلامی بھائیوں کے لیے حکم ہے کہ اگر وہ کچی پیاز وغیرہ کھالیں اور ان کے منہ سے بدبو آرہی ہو تو اسے ختم کرنے کے بعد ہی مسجد میں داخل ہوں، کیا اسی طرح اسلامی بہنوں کے لیے بھی حکم ہے کہ وہ نماز یا تلاوت سے پہلے اپنے منہ کی بدبو ختم کرلیں؟

جواب: منہ کی بدبو صرف کچی پیاز کھانے سے ہی نہیں ہوتی، اس کے دیگر اسباب بھی ہوسکتے ہیں، لہٰذا جب بھی منہ میں بدبو پیدا ہو جائے تو اب چاہے اسلامی بھائی ہو یا اسلامی بہن ان کے لیے نماز میں کراہت ضرور ہو گی۔[2]

کچی پیاز اور کچے لہسن میں بدبو ہوتی ہے تو اس کو کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھی منع ہے۔[3]

یہ کتنی عجیب چیز ہے کہ انسان اسے کھاتے وقت بسم اللہ بھی نہیں پڑھ سکتا! افطار کے وقت مساجد میں چھولے اور سموسے لائے جاتے ہیں جن میں کچی پیاز ہوتی ہے۔ سموسوں میں گوشت بچانے کے لیے کچی پیاز بھر دی جاتی ہے اور پھر جلدی جلدی میں صحیح طرح تلی بھی نہیں جاتی۔

چھولوں میں کچی پیاز بہت کثرت سے ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود یہ چھولے افطار کے لیے مساجد میں لائے جاتے ہیں، لوگ انہیں کھاتے ہیں اور پھر اچھی طرح منہ صاف کیے بغیر فوراً مسجد کی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔

یاد رکھیے! اس طرح کے چھولے اور سموسے جن میں کچی پیاز ہو ان کو مساجد میں لانا منع ہے۔ منہ کی بدبو ایسی نہیں ہے کہ دو چار کلیاں کرنے سے چلی جائے یہ بہت دیر میں اور کوشش کے بعد جاتی ہے مثلاً: بندہ کوئی چیز مسلسل کھاتا رہے تو یہ بدبو اس کے ساتھ پیٹ میں چلی جاتی ہے۔ بعض گھرانوں میں کثرت سے پیاز کھائی جاتی ہے، کچومر جس کو اب سلاد بولتے ہیں اس میں بھی کچی پیاز اور مولی وغیرہ شامل ہوتی ہے جو بدبو کا باعث بنتی ہے۔

اسی طرح گھروں میں چٹنی بنائی جاتی ہے جس میں کچا لہسن پیس کر شامل کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کباب وغیرہ اس چٹنی میں ڈبو کر کھائے گا تو اس کے منہ میں بدبو ہو جائے گی اب اس حالت میں مسجد میں آئیں گے تو مسائل ہوں گے۔

بہتر یہ ہے کہ پیاز لہسن وغیرہ کو کچا استعمال ہی نہ کیا جائے۔ گھر میں جب بھی چٹنی بنائی ہو اس میں کچا لہسن اور کچی پیاز نہ ڈالیں نیز سلاد میں بھی مولی اور کچی پیاز ڈالنے سے پرہیز کریں۔ اگر کوئی کہے کہ میں فلاں فلاں طریقہ اختیار کرلیتا ہوں جس سے بدبو چلی جاتی ہے تو عرض ہے کہ آپ کی ناک بند ہوگی جو بدبو نہیں آرہی ورنہ اس کی بدبو اتنی آسانی سے نہیں جاتی، اس کو نکالنے میں تھوڑی مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔

میمنوں اور گجراتیوں کے یہاں سردیوں کے موسم میں ایک ڈش بنتی ہے جس کا نام ہی لہسن ہوتا ہے یہ باجرے کی روٹی کے ساتھ کھائی جاتی ہے یہ منہ کی بدبو کے حوالے سے بہت خطرناک ہے کیونکہ اس میں کچا لہسن شامل کرنا ضروری ہوتا ہے، یہ کھا کر مسجد میں جائیں گے تو منہ سے بہت بدبو آئے گی۔ یوں ہی ہمارے یہاں سردیوں میں گاجر کا اچار بنایا جاتا ہے اس میں بھی کچا لہسن پیس کر ڈالا جاتا ہے۔ میں ان چیزوں کا کھانا ناجائز نہیں کہہ رہا اور نہ ہی منہ میں ان کی بدبو ہوتے ہوئے نماز پڑھنا ناجائز ہے، البتہ! اس حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔[4] کیونکہ فرشتے نمازی کے منہ پر اپنا منہ لگاتے ہیں اور اس کی تلاوت سنتے ہیں۔[5] اگر کھانے وغیرہ کا کوئی جز منہ میں ہو گا تو فرشتوں کو ایذا ہو گی۔[6]

---

1. ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 4/38
2. فتاویٰ رضویہ، 7/384 ماخوذاً
3. فتاویٰ فیض الرسول، 2/506
4. فتاویٰ رضویہ، 7/384
5. کنز العمال، جز: 1، 2/124، حدیث: 4016
6. ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 2/374 تا 377

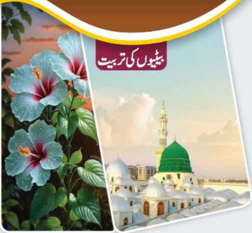

بیٹیوں کو سنتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تربیت دیں

اُمِّ میلاد عطاریہ*

اللہ تعالیٰ نے انسان کی راہنمائی کے لیے اپنے محبوب رسول حضرت محمدِ مصطفیٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو مبعوث فرمایا اور آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی مبارک زندگی کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا۔ ایک مسلمان کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ اپنے عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت میں سنتِ رسول صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو اپنائے۔ والدین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد، خصوصاً مائیں بیٹیوں کی ایسی تربیت کریں کہ ان کے دلوں میں سنتِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی محبت پیدا ہو، سنتوں کو سیکھنے کا شوق پیدا ہو اور سنتوں پر عمل ان کی زندگی کا حصہ بن جائے۔

آج کے دور میں والدین اپنی بیٹیوں کو اعلیٰ تعلیم، جدید مہارتوں اور دنیاوی آداب سکھانے کے لیے تو بہت فکر مند نظر آتے ہیں، لیکن یہ فکر نسبتاً کم دکھائی دیتی ہے کہ ہماری بیٹی اسلامی تعلیمات و سنتِ رسول صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو کتنا جانتی ہے؟ اسے کتنی سنتیں یاد ہیں؟ وہ روزمرہ زندگی میں کتنی سنتوں پر عمل کرتی ہے؟ حالانکہ اصل کامیابی سنتِ نبوی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی پیروی میں ہے۔ جس گھر میں سنتوں پر عمل اور ان کا چرچا ہوتا ہے، وہاں خیر و برکت بھی نازل ہوتی ہے اور دینی ماحول بھی پروان چڑھتا ہے۔

بیٹیوں کی سنتوں کے مطابق تربیت کا آغاز بچپن ہی سے ہونا چاہیے۔ سب سے پہلے والدین خود سنتوں پر عمل کرنے والے ہوں کیونکہ بچے والدین کے کردار کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر سیکھتے ہیں۔ اگر ماں گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرتی ہے، کھانے سے پہلے اور بعد کی دعائیں پڑھتی ہے، پردے کی پابند ہے، نرم لہجے میں گفتگو کرتی ہے، بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کرتی ہے تو بیٹی کے دل میں بھی انہی عادات کی محبت پیدا ہوگی۔

بیٹیوں کے دل و دماغ میں سنتوں کی عظمت اور اہمیت بھی بٹھانی چاہیے۔ انہیں یہ احساس دلایا جائے کہ سنتیں محض رسم و رواج یا چند ظاہری اعمال کا نام نہیں بلکہ یہ ہمارے پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی مبارک زندگی کے وہ طریقے ہیں جن پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ جب بچیوں کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوگا کہ میں اپنے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی پیاری سنت پر عمل کر رہی ہوں، تو ان کے لیے سنتوں پر عمل آسان اور خوشگوار ہو جائے گا۔

بیٹیوں میں سنت سیکھنے کا ذوق پیدا کرنے کے لیے گھر میں باقاعدہ سنتوں کا تذکرہ ہونا چاہیے۔ روزانہ یا ہفتہ وار چند سنتیں سیکھنے کا معمول بنایا جا سکتا ہے اور روز پیش آنے والے معاملات میں ان کی یاد دہانی کرائی جا سکتی ہے۔ مثلاً کھانے پینے کی سنتیں، لباس کی سنتیں، سونے جاگنے کی سنتیں، سلام کی سنتیں، والدین کے حقوق، رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور دیگر روزمرہ

Go To Index

سنتوں کے بارے میں گفتگو کی جائے۔ اگر بیٹی کوئی نئی سنت سیکھ کر اس پر عمل کرے تو اس کی حوصلہ افزائی کی جائے اور اسے انعام یا تحسین کے ذریعے مزید شوق دلایا جائے۔

سنتوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے مطالعے کی عادت پیدا کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ بیٹیوں کو بچپن ہی سے دینی کتب پڑھنے کی ترغیب دی جائے بالخصوص مکتبۃ المدینہ کی وہ کتابیں جن میں سنتوں، اسلامی آداب، سیرتِ مصطفیٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اور اسلامی اخلاقیات کو آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے، مثلاً سیرتِ مصطفےٰ، 550 سنتیں اور آداب، جنتی زیور، آدابِ دین اور اسلامی زندگی وغیرہ کتب کا مطالعہ کروایا جائے۔

مائیں خود بھی ان کتابوں کا مطالعہ کریں اور گھر میں مطالعے کا ماحول قائم کریں۔ بچیاں جب اپنی ماؤں کو دینی کتابیں پڑھتے دیکھیں گی تو ان کے دل میں بھی کتاب دوستی اور علمِ دین کی محبت پیدا ہو گی۔

اسی طرح مدنی چینل پر نشر ہونے والے اصلاحی پروگراموں، بالخصوص "**مدنی مذاکرہ**" سے ان کا تعلق قائم کرنا تربیت کے لیے بے حد مفید ہے۔ اس سلسلے میں مختلف دینی، اخلاقی، معاشرتی اور تربیتی موضوعات کو نہایت آسان اور دلنشین انداز میں پیش کیا جاتا ہے، جس سے بچوں اور بڑوں دونوں کو سنتیں، آدابِ زندگی اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں قیمتی راہنمائی ملتی ہے۔ اگر گھر والے مل کر مدنی مذاکرہ دیکھیں اور پھر اس میں بیان ہونے والی باتوں پر آپس میں گفتگو بھی کریں، تو یہ بچوں کی ذہن سازی کا ایک بہترین اور مؤثر ذریعہ بن سکتا ہے۔

یہ اقدامات بیٹیوں کی دینی تربیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ لہٰذا والدین کو چاہیے کہ وہ گھر میں فضول اور غیر ضروری پروگرامز کے بجائے ایسے پروگرامز دیکھنے کی عادت ڈالیں جن سے دینی معلومات، اخلاقی تربیت اور سنتوں کی محبت حاصل ہو۔

بیٹیوں کے دل میں محبتِ رسول صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بڑھانے کے لیے انہیں سیرتِ مصطفیٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے واقعات سنائے جائیں، درودِ پاک پڑھنے کی عادت ڈالی جائے، نعتِ رسول صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سننے اور پڑھنے کی ترغیب دی جائے اور یہ سمجھایا جائے کہ سنتوں پر عمل دراصل رسول کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے محبت کا عملی اظہار ہے۔ جو جتنا زیادہ سنتوں پر عمل کرتا ہے وہ اتنا ہی رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے قریب ہو سکتا ہے۔

اسی طرح گھر میں سنتوں کا عملی ماحول بنایا جائے۔ مثلاً گھر میں آتے جاتے سلام، مسنون دعاؤں کا اہتمام، نماز کی اہمیت، باپردہ رہنے کی ترغیب، سادگی اختیار کرنا، بڑوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت، صفائی ستھرائی، وقت کی پابندی، سچائی اور امانت داری جیسے اوصاف کو روزمرہ زندگی کا حصہ بنایا جائے۔ اس طرح سنتیں صرف کتابوں تک محدود نہیں رہیں گی بلکہ عملی زندگی میں بھی نظر آئیں گی۔

یاد رکھیں! بیٹیوں کی بہترین تربیت یہ نہیں کہ انہیں صرف دنیا میں کامیاب بنا دیا جائے بلکہ اصل کامیابی یہ ہے کہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ، رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم، قرآنِ کریم اور سنتِ نبوی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی محبت پیدا ہو جائے۔ اگر بیٹی سنتوں سے محبت کرنے والی، سنتیں سیکھنے والی اور سنتوں پر عمل کرنے والی بن جائے تو وہ اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے اور پوری امت کے لیے خیر و برکت کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

لہٰذا ماؤں کو چاہیے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو سنتوں کی تعلیم دیں، سنتوں پر عمل کی ترغیب دیں، سنتوں کی عظمت ان کے دلوں میں بٹھائیں، دینی مطالعے کی عادت پیدا کریں، مدنی چینل اور مدنی مذاکرہ دیکھنے کی ترغیب دیں، مکتبۃ المدینہ کی کتب سے وابستہ کریں اور انہیں ایسے دینی ماحول میں پروان چڑھائیں جہاں سنتِ مصطفیٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے محبت اور اس پر عمل زندگی کا مقصد بن جائے۔ یہی تربیت دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی کی ضامن ہے۔

Go To Index

بھتیجی و بھانجی کا کردار

محترمہ بنتِ مدثر عطاریہ صدر راولپنڈی

بیٹی گھر کی وہ کلی ہے جو آنگن میں کھلتے ہی خوشیاں اور مسکراہٹیں بکھیر دیتی ہے۔ بھتیجی اور بھانجی کی صورت میں اس کی چہکار اور معصوم ادائیں چچا، ماموں، پھوپھی اور خالہ سبھی کے دل موہ لیتی ہیں۔ وقت کے ساتھ جب یہ ننھی کلی جوان اور سمجھ دار ہوتی ہے تو اس کے کندھوں پر مختلف ذمہ داریاں آجاتی ہیں۔ ذی رحم رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور ان کے حقوق کی ادائیگی بھی اس کے فرائض میں شامل ہو جاتی ہے۔ بھتیجی اور بھانجی کا کردار بھائی بہنوں کے باہمی تعلقات کو مضبوط رکھنے اور خاندان کے امن و سکون کو برقرار رکھنے میں نہایت اہم ہوتا ہے۔ ایک عورت بطورِ بھتیجی و بھانجی خاندان میں محبت، الفت اور خوش اخلاقی کے فروغ میں مؤثر کردار ادا کر سکتی ہے۔ چنانچہ ”خاندان میں بھتیجی اور بھانجی کا کردار کیسا ہونا چاہیے؟“ اس بارے میں چند اہم باتیں جانتی ہیں:

حقِ قرابت: قرآنِ کریم میں جن لوگوں کے ساتھ احسان اور بھلائی کا حکم دیا گیا ہے، ان میں قریبی رشتہ دار بھی شامل ہیں۔ لہٰذا ایک بھتیجی اور بھانجی کی حیثیت سے چچا، ماموں، پھوپھی اور خالہ کے حقوق کا خیال رکھنا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ضروری ہے۔ شریعتِ مطہرہ میں ان رشتوں کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے، چنانچہ حدیثِ پاک میں خالہ کو ماں کے قائم مقام اور چچا کو باپ کے درجے میں قرار دیا گیا ہے۔ نبیِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنے عملِ مبارک سے بھی ان رشتوں کی عظمت کو واضح فرمایا۔ ایک موقع پر حضرت عمر نے حضرت عباس سے متعلق ایک معاملہ بارگاہِ نبوی میں پیش کیا تو حضور نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انسان کا چچا اس کے باپ کے برابر ہوتا ہے؟[1] لہٰذا بھتیجی اور بھانجی کو چاہیے کہ وہ اپنے چچا، ماموں، پھوپھی اور خالہ کے ساتھ محبت، ادب اور خیر خواہی کا رویہ اختیار کرے اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے۔

اظہارِ محبت و ہمدردی: چچا، ماموں، پھوپھی اور خالہ جیسے قریبی رشتہ داروں سے محبت اور قلبی وابستگی فطری معاملہ ہے۔ ایک بھتیجی اور بھانجی کو چاہیے کہ وہ اس محبت کو صرف دل تک محدود نہ رکھے بلکہ اپنے اچھے اخلاق، اچھے برتاؤ اور ہمدردانہ رویّے سے اس کا اظہار بھی کرے۔ سیرتِ طیبہ سے بھی ہمیں یہی درس ملتا ہے۔ چنانچہ غزوۂ اُحد میں حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد حضور کو اپنے چچا سے محبت کی بنا پر بے حد رنج ہوا۔ کفار نے آپ کے جسمِ مبارک کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا تھا، اس لیے حضور نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے ان کے پاس ان کے بیٹے حضرت زبیر کو حضرت حمزہ کا جسمِ مبارک لانے سے منع فرما دیا، تاکہ حضرت صفیہ اپنے بھائی کی یہ حالت دیکھ کر مزید غم زدہ نہ ہوں۔[2] معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے جذبات کا خیال رکھنا اور موقع بہ موقع محبت و ہمدردی کا اظہار کرنا نہایت اہم ہے۔

وقت دینا: بھتیجی اور بھانجی کو چاہیے کہ چچا، ماموں، پھوپھی اور خالہ کے رشتوں کو وقت دے اور ان سے رابطہ برقرار رکھے۔ آج سوشل میڈیا نے دوریوں کو سمیٹ دیا ہے، لہٰذا جمعہ، عید اور دیگر خوشی و غمی کے مواقع پر ان کی خیریت معلوم کرے اور موقع ملنے پر ملاقات بھی کرتی رہے۔ سیرتِ طیبہ سے بھی

Go To Index

اس کا درس ملتا ہے، جیسا کہ حضور کے متعلق مروی ہے کہ کبھی حضرت اُمِّ سُلیم اور کبھی حضرت اُمِّ حرام بنتِ ملحان کے پاس تشریف لے جاتے تھے، جو حضور یا حضور کے والدِ گرامی یا دادا جان کی رضاعی خالہ تھیں۔[3] اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں سے تعلق اور آمد و رفت برقرار رکھنا سنتِ نبوی ہے۔

ادب و احترام کا مظاہرہ: بڑوں کا احترام اور چھوٹوں سے شفقت خاندان کی خوبصورتی کی علامت ہے۔ ایک روایت میں ہے: جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔[4] لہٰذا بھتیجی اور بھانجی کو چاہیے کہ وہ اپنے بزرگ رشتہ داروں کا ادب کرے اور خوش اخلاقی سے پیش آئے، کیونکہ یہ رویہ والدین کی نیک نامی اور دوسروں کے لیے ترغیب کا ذریعہ بنتا ہے۔

چھوٹوں پر شفقت: اپنے چھوٹے کزنز اور خاندان کے بچوں کے ساتھ اچھا برتاؤ، دینی و اخلاقی راہ نمائی اور مثبت کردار ان کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس سے خاندان میں محبت اور اچھے اخلاق کی روایات پروان چڑھتی ہیں۔ لہٰذا بھتیجی یا بھانجی کو چاہیے کہ وہ اپنے چھوٹے کزنز پر شفقت کرے، انہیں دین کی باتیں بتائے اور راہ نمائی کرے، اس سے ان کے والدین یعنی بھتیجی بھانجی کے چچا، ماموں، خالہ یا پھوپھی کے دل میں بھی خوشی داخل ہوگی اور خاندان میں محبت کا ماحول پروان چڑھے گا۔

نرم گفتگو: قرآنِ مجید نے والدین سے قولِ کریم یعنی ایسی خوشگوار، عمدہ اور دھیمی گفتگو کرنے کا حکم دیا ہے، جس کا تقاضا حسنِ ادب ان کے ساتھ کرتا ہے۔[5] چونکہ چچا اور خالہ بھی ماں باپ کے قائم مقام رشتہ دار ہیں، اس لیے بھتیجی اور بھانجی کو چاہیے کہ ان کے ساتھ بھی نرم لہجہ اور محبت بھری گفتگو اختیار کرے۔ میٹھی زبان، خوش اخلاقی اور مسکراہٹ کے ساتھ بات کرنا دلوں کو جوڑتا ہے اور خاندان میں محبت و الفت کے ماحول کو فروغ دیتا ہے۔

صلہ رحمی: دینِ اسلام محبت اور رشتہ داری کے تعلق کو مضبوط بنانے کی نہایت تاکید کرتا ہے اور صلہ رحمی کو عمر میں برکت، رزق میں وسعت اور معاشرتی سکون کا ذریعہ قرار دیتا ہے، جبکہ رشتہ توڑنے کو سخت ناپسند فرمایا گیا ہے۔ صلہ رحمی کا حقیقی مفہوم صرف یہ نہیں کہ احسان کرنے والے کے ساتھ احسان کیا جائے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ناراضی اور برائی کے بدلے میں بھی نرمی، معافی اور بھلائی کا رویہ اختیار کرنا ہے۔ بھتیجی اور بھانجی کو چاہیے کہ وہ اپنے چچا، ماموں، پھوپھی اور خالہ کے ساتھ تعلق مضبوط رکھے، ان کی خیریت معلوم کرے، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور خوشی و غمی کے مواقع پر شریک رہے۔ اگر کبھی بڑوں کے درمیان ناراضی یا رشتہ ٹوٹنے کی صورت پیدا ہو جائے تو بھی وہ خود رشتہ نہ توڑے بلکہ حکمت، نرمی اور خیر خواہی کے ساتھ صلح کی کوشش کرے اور ہر حال میں حسنِ اخلاق اور صلہ رحمی کا دامن تھامے رکھے۔

آخری بات: عمومی مشاہدہ ہے کہ والدین کی حیات میں تو چچا، ماموں، پھوپھی اور خالہ وغیرہ سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھا جاتا ہے، لیکن ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد مصروفیات اور غفلت کی وجہ سے یہ تعلقات کمزور پڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ حدیثِ پاک میں والدین کی وفات کے بعد ان کے دوستوں اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ترغیب دی گئی ہے۔[6] اس لیے ان کے بھائی بہن تو بدرجۂ اولیٰ اس کے مستحق ہیں۔ لہٰذا بھتیجی اور بھانجی کو چاہیے کہ والدین کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی اپنے ماموں، چچا، پھوپھی اور خالہ کے ساتھ تعلق قائم رکھے، ان کی خیریت پوچھے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ اور صلہ رحمی کا سلسلہ جاری رکھے۔ اللہ پاک ہمارے خاندانوں میں محبت و الفت کی اقدار کو ہمیشہ قائم رکھے اور ہمیں صلہ رحمی کرنے والی بنائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) مسلم، ص381، حدیث:2277 (2) المنتظم، 3/170 ملخصاً (3) مراٰۃ المناجیح، 8/123 ملخصاً (4) ابوداود، 4/372، حدیث:4943 (5) تفسیر خازن، 3/171 (6) ابو داود، 4/434، حدیث:5142 ماخوذاً

وحی اور اس کی اقسام

محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ لاہور

وحی کا لغوی معنیٰ ہے: لکھنا، اشارہ کرنا، کوئی بات دل میں ڈالنا اور کلامِ خفی۔[1] جبکہ اصطلاح میں اللہ پاک کے نبیوں میں سے کسی نبی پر اس کی طرف سے جو کلام نازل کیا جاتا ہے، اسے وحی کہتے ہیں۔[2] بنیادی طور پر وحی کی دو قسمیں ہیں: حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر الفاظ اور معانی کا نزول ہو تو یہ وحیِ متلو ہے اور یہی قرآنِ حکیم ہے اور جب صرف معانی نازل کیے جائیں اور آپ ان معانی کو اپنے الفاظ سے تعبیر فرمائیں تو یہی وحیِ غیر متلو ہے، اس کو حدیثِ نبوی کہتے ہیں۔

نزولِ وحی کی متعدد صورتیں تھیں۔ بعض اوقات اللہ پاک کا کلام فرشتے کے واسطے کے بغیر سنایا جاتا تھا، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کوہِ طور پر کلامِ الٰہی سنا اور حضور نے شبِ معراج شرفِ ہم کلامی پایا۔ کبھی حضرت جبرائیل علیہ السّلام کے ذریعے وحی نازل ہوتی، خواہ گھنٹی جیسی آواز کی صورت میں یا انسانی شکل میں، جیسا کہ وہ حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں حاضر ہوئے اور کبھی اپنی اصلی صورت میں تشریف لائے، جس میں ان کے چھ سو پَر تھے۔ بعض اوقات معانی واحکام براہِ راست نبی کے مبارک دل میں القا کیے جاتے، جیسا کہ حضور نے فرمایا: روح القدس نے میرے دل میں القا کیا۔[3] اسی طرح خواب کے ذریعے بھی وحی آتی تھی، جیسا کہ حضور کو بعض امور خواب میں دکھائے جاتے تھے۔ نیز اللہ پاک پردے کی اوٹ سے بیداری یا خواب میں بھی ہم کلام ہوتا تھا، جیسا کہ شبِ معراج اور بعض دیگر مواقع پر ہوا۔[4] یہ سب وحیِ الٰہی کے مختلف طریقے ہیں جن کے ذریعے انبیائے کرام علیہمُ السّلام کو احکام و معارف عطا کیے جاتے تھے۔

وحی انسان کی دینی اور اجتماعی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔ انسان فطرتاً مل جل کر رہتا ہے اور اپنی ضروریاتِ زندگی، جیسے خوراک، لباس، رہائش اور نکاح کے لیے ایک منصفانہ نظام کا محتاج ہے۔ اگر یہ نظام انسانی خواہشات پر قائم ہو تو اس میں جانبداری اور مفاد پرستی کا دخل ہو جاتا ہے، اس لیے حقیقی اور عادلانہ قانون وہی ہو سکتا ہے جو اللہ پاک کی طرف سے عطا کیا گیا ہو اور اسی الٰہی راہ نمائی کا نام وحی ہے۔ اگرچہ انسان اپنی عقل سے اللہ پاک کے وجود، وحدانیت اور بعض بنیادی حقائق کو جان سکتا ہے، لیکن عبادات، حلال و حرام، حقوق و فرائض اور اللہ پاک کی مرضی کے تفصیلی احکام معلوم نہیں کر سکتا۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دیگر دینی احکام کا علم صرف وحی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ جس طرح حواس کبھی غلطی کرتے ہیں اور عقل ان کی اصلاح کرتی ہے، اسی طرح عقل بھی بعض مواقع پر خطا کرتی ہے، لہٰذا اس کی راہ نمائی اور درستی کے لیے وحی ضروری ہے۔ وحی کا تعلق منصبِ نبوت کے ساتھ خاص ہے، اگر ہر ایک کو وحی کا دعویٰ کرنے کی اجازت ہو تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے، اس لیے وحی کا دعویٰ صرف وہی کر سکتا ہے جسے اللہ پاک نے نبوت کے منصب پر سرفراز فرمایا ہو۔

وحی کے اللہ پاک کی طرف سے ہونے پر قرآن، عقل اور تاریخ سب گواہی دیتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی دلیل خود قرآنِ مجید کا اعجاز ہے۔ قرآن انسانوں کو چیلنج دیتا ہے کہ اگر وہ اسے اللہ پاک کا کلام نہیں مانتے تو اس جیسی ایک سورت بنا کر دکھائیں، لیکن نزولِ قرآن سے لے کر آج تک کوئی اس چیلنج کا

Go To Index

جواب نہیں دے سکا اور نہ قیامت تک دے سکے گا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرآن اللہ پاک کا کلام ہے اور مخلوق اس کی مثل کلام پیش کرنے سے عاجز ہے۔

قرآن کے اعجاز کی کئی جہات ہیں، جن میں فصاحت وبلاغت، اس کی غیر معمولی تاثیر اور غیب کی خبریں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ عرب فصاحت و بلاغت کے میدان میں اپنی مثال آپ تھے اور شعر وادب میں انہیں کمال حاصل تھا، لیکن جب قرآن نازل ہوا تو اس کے اسلوب، حسنِ بیان اور قوتِ تاثیر نے انہیں حیران کر دیا اور وہ اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز رہے۔

اسی طرح قرآن کی ایک منفرد خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تلاوت جتنی زیادہ کی جائے اتنی ہی اس کی مٹھاس، محبت اور روحانی تاثیر بڑھتی جاتی ہے، جبکہ عام انسانی کلام بار بار پڑھنے یا سننے سے اپنی کشش کھو دیتا ہے۔ مزید یہ کہ قرآنِ مجید میں بیان کی گئی کئی غیبی خبریں بعد میں من و عن پوری ہوئیں، جیسے رومیوں کے ایرانیوں پر دوبارہ غالب آنے کی پیشین گوئی۔ ان روشن دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ پاک کی نازل کردہ کتاب ہے اور اس کے ذریعے پہنچنے والی وحی بھی یقیناً اللہ پاک کی طرف سے ہوتی ہے۔

اس کی ایک مضبوط دلیل حضور کی مبارک سیرت اور بے مثال شخصیت بھی ہے۔ حضور اُمّی تھے، یعنی آپ نے کسی استاد سے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا تھا، اس کے باوجود آپ ایسا جامع، فصیح، بلیغ اور حکمتوں سے بھرپور کلام لے کر تشریف لائے جس نے عرب کے بڑے بڑے ادیبوں، خطیبوں اور اہلِ دانش کو حیرت میں ڈال دیا۔ یہ حقیقت خود اس بات کی روشن دلیل ہے کہ قرآنِ مجید آپ کا اپنا کلام نہیں بلکہ اللہ پاک کی نازل کردہ وحی ہے۔

بعثتِ نبوی سے پہلے بھی لوگ آپ کو "الصادق الامین" کے لقب سے یاد کرتے تھے اور آپ کی سچائی، امانت داری اور دیانت پر سب کا اتفاق تھا۔ جو شخصیت پوری زندگی جھوٹ سے پاک رہی ہو، اس کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اللہ پاک کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو اللہ پاک نے نہ فرمائی ہو۔ اسی طرح وحی کے نزول کے بعد بھی آپ کی مبارک زندگی میں دنیا طلبی، مال جمع کرنے یا اقتدار حاصل کرنے کی کوئی خواہش ظاہر نہ ہوئی، بلکہ آپ نے سادگی، زہد اور ایثار ہی کو اختیار فرمایا۔ اگر مقصد دنیاوی مفاد ہوتا تو اس کے بے شمار مواقع موجود تھے، لیکن آپ نے ہمیشہ اللہ پاک کی رضا اور مخلوق کی ہدایت کو مقدم رکھا۔

وحی کے الٰہی ہونے کی ایک اور دلیل وہ غیبی خبریں ہیں جو قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں بیان ہوئیں اور بعد میں سچ ثابت ہوئیں۔ قرآن نے رومیوں کے دوبارہ غالب آنے کی خبر دی جو چند سال بعد پوری ہو گئی اور سورۂ لہب میں ابولہب کے کفر پر مرنے کا ذکر کیا گیا، جو بعینہٖ واقع ہوا۔ اسی طرح قرآنِ مجید میں جنین کی تخلیق کے مراحل، کائنات کی وسعت اور دیگر ایسے حقائق بیان ہوئے جن کی تصدیق بعد کے ادوار میں ہوئی۔ مزید یہ کہ قرآنِ مجید تقریباً 23 سال کے عرصے میں مختلف حالات، مواقع اور سوالات کے جواب میں نازل ہوا، لیکن اس کے مضامین میں کوئی تضاد، اختلاف یا باہمی ٹکراؤ نہیں پایا جاتا۔ انسانی کلام میں وقت گزرنے کے ساتھ اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں، جبکہ قرآن کی کامل ہم آہنگی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کا نازل فرمانے والا ایک ہی ہے، یعنی ربُّ العالمین۔ اس وحی کی تاثیر بھی اس کے الٰہی ہونے کی گواہ ہے، کیونکہ اسی نے جاہلیت میں ڈوبے ہوئے عربوں کو علم، عدل، تقویٰ اور اخوت کا علمبردار بنا دیا۔ شراب نوشی، ظلم، قتل وغارت اور اخلاقی برائیوں میں مبتلا قوم چند ہی برسوں میں دنیا کی راہ نما قوم بن گئی۔ ایسی آفاقی اور پائیدار تبدیلی کسی انسانی کلام کا نتیجہ نہیں ہو سکتی، بلکہ یہ اسی کلام کا اثر ہے جو خالقِ کائنات کی طرف سے نازل کیا گیا ہو۔

---

(1) معجم اللغۃ العربیہ، 3/2415 ماخوذاً (2) عمدۃ القاری، 1/37 (3) لسان العرب، 1/1621 (4) نزہۃ القاری، 1/234، 235 ملخصاً، عمدۃ القاری، 1/74، 75 ملخصاً

Go To Index

دارُالافتاء اہلسنّت

مفتی محمد قاسم عطاری*

دارُالافتاء اہلِ سنّت (دعوتِ اسلامی) مسلمانوں کی شرعی راہنمائی میں مصروفِ عمل ہے، تحریری، زبانی، فون اور دیگر ذرائع سے ملک و بیرونِ ملک سے ہزارہا مسلمان شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں، جن میں سے تین منتخب فتاویٰ ذیل میں درج کیے جارہے ہیں۔

1 مسجد کی چھت پر میلاد والا جھنڈا لگانا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مسجد کی چھت پر میلاد والا جھنڈا لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مسجد کی چھت پر میلاد کا جھنڈا لگانا فی نفسہٖ جائز بلکہ بہت مستحسن عمل ہے کہ فی زمانہ یہ دنیا بھر میں اہل سنت کے درمیان رائج ہے، اسے سنیوں کی مسجد ہونے کی علامت سمجھا جاتا اور اچھا گردانا جاتا ہے، اور حدیثِ پاک کے مطابق جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ پاک کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے۔ نیز شریعت میں اس کی کوئی ممانعت نہیں جو کہ اس کے جواز کے لیے کافی ہے، لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ اہلِ سنت کی شناخت اور محبتِ رسول صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے اظہار کا ایک خوبصورت انداز ہے۔

المستدرک للحاکم، مسند امام احمد، مسند بزار، المعجم الکبیر للطبرانی وغیرہ کی حدیث پاک میں آتا ہے: واللفظ للاول "ما رأى المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن" ترجمہ: جس عمل کو مسلمان اچھا جانتے ہوں، وہ اللہ پاک کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ (مستدرک للحاکم، 3/84، حدیث:4465)

علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری رحمۃُ اللہِ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 970ھ/1562ء) لکھتے ہیں: "الاصل فی الاشیاء الاباحۃ حتی یدل الدلیل علی عدم الاباحۃ" ترجمہ: تمام چیزوں میں اصل مباح ہونا ہے، یہاں تک کہ (کسی چیز کے متعلق) مباح نہ ہونے کی دلیل قائم ہو جائے۔ (الاشباہ والنظائر، ص56)

امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 1340ھ/1921ء) سے مسجد کی چھت پر اسلامی جھنڈا لگانے کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے جواباً فرمایا: "(مسجد پر جھنڈا لگانے میں مزاحمت) کا اندیشہ نہ ہو تو فی نفسہٖ کوئی حرج نہیں۔" (فتاویٰ رضویہ، 8/122)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 قرآنی آیات واحادیث پر مشتمل اخبارات بے وضو پڑھنا چھونا اور ان کو ردی میں بیچنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اخبارات میں قرآنِ کریم کی آیات اور احادیث و دینی باتیں بھی لکھی جاتی ہیں اور لوگ انہیں بے وضو چھوتے پڑھتے ہیں اور پڑھنے کے بعد ادھر ادھر رکھ دیتے ہیں۔ پھر جب کچھ اخباریں جمع ہو جاتی ہیں، تو انہیں ردی میں بیچ دیتے ہیں۔ ان امور کے متعلق ضروری احتیاطوں کے بارے میں رہنمائی فرما دیجیے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اخبار کے صفحات میں جس جگہ قرآنی آیت یا اس کا ترجمہ لکھا ہو، تو صفحے کے اتنے حصے کو آیت و ترجمے والی جگہ سے اور صفحے کی دوسری طرف بالکل پیچھے والی جگہ سے بے وضو نہیں چھو سکتے، لیکن صفحے کے باقی حصے اور باقی اخبار کو بے وضو چھو سکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اخبار کے آیت والے صفحے پر دوسری تحریریں بھی لکھی

* نگرانِ مجلس تحقیقاتِ شرعیہ، دارالافتاء اہلِ سنّت، فیضانِ مدینہ کراچی

Go To Index

ہوتی ہیں، صرف آیت و ترجمۂ قرآن لکھا ہوا نہیں ہوتا بلکہ صفحے کے بھی تھوڑے سے حصے ہی پر قرآن پاک کی آیت یا ترجمہ لکھا ہوتا ہے، لہٰذا صفحے کے باقی حصے اور اخبار کو بے وضو چھونا، جائز ہے کہ یہ قرآنی آیت و ترجمے کو چھونا نہیں ہے، جیسے دینی مسائل پر مشتمل کتابوں کو آیت و ترجمے والے حصے کے علاوہ جگہ سے بے وضو چھو سکتے ہیں۔ نیز اخبار ردی میں بیچنے میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس میں لکھی ہوئی آیات و احادیث، ان کے ترجمے، دینی مضامین وغیرہ مقدس تحریرات و الفاظ اور اللہ پاک، انبیاءِ کرام اور فرشتوں علیہم السلام، صحابۂ کرام و بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے ناموں وغیرہ کو احتیاط کے ساتھ الگ کر دیا جائے، پھر باقی اخبار کو ردی میں بیچ سکتے ہیں، جبکہ ان الگ کئے گئے حصوں کو اکٹھا کر کے کسی پاک تھیلے وغیرہ میں ڈال کر احتیاط کے ساتھ ادب والی جگہ پر رکھ دیا جائے یا زمین میں دفن یا گہرے سمندر و دریا یا بڑی نہر میں تھیلے کے ساتھ وزنی پتھر باندھ کر ٹھنڈا کر دیا جائے۔

پانی میں بہانے اور دفن کرنے کا طریقہ:

پانی میں بہانے کا طریقہ یہ ہے کہ کاغذات کے تھیلے وغیرہ میں وزنی پتھر ڈال کر انہیں اس طرح گہرے دریا یا بیچ سمندر میں ڈال دیا جائے کہ وہ پانی کی تہہ میں چلے جائیں اور باہر ایسی جگہ نہ آسکیں، جہاں ان کی بے ادبی کا خطرہ ہو۔ کم گہرے پانی میں نہ ڈالیں، کیونکہ ایسا کرنے سے وہ عُموماً بہہ کر کَنارے پر آجاتے ہیں، جس کی وجہ سے سخت بے ادبیاں ہوتی ہیں۔ لہٰذا پانی میں ڈالنے سے پہلے تھیلے میں چند جگہ چِیرے لگا دیں تاکہ اُس میں فوراً پانی بھر کر تہہ میں چلا جائے۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ انہیں پاک کپڑے میں لپیٹ کر زمین میں دفن کر دیا جائے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے لیے لحد (بغلی قبر) بنائیں یعنی گڑھا کھود کر قبلے کی جانِب دیوار کو اتنا کھودیں کہ سب قرآن پاک اور مقدَّس اَوراق اس دیوار کے سوراخ میں سما جائیں، تاکہ ان پر مِٹّی نہ پڑے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صندوق نما قبر کھودیں یعنی گڑھا کھود کر اس میں رکھیں اور اوپر سے تختہ لگا کر چَھت بنا کر اس چھت پر مِٹّی ڈالیں، جیسے میت کے لیے قبر بنائی جاتی ہے تاکہ ان مقدس تحریروں پر مٹی نہ پڑے، نہ ہی کسی چلنے والے کا پاؤں پڑے۔ یہ احتیاط بھی شرعاً ضروری ہے کہ قرآن پاک وغیرہ مقدس اوراق کو کسی وقف قبرستان میں دفن نہ کریں، کیونکہ قبرستان مسلمان مُردوں کی تدفین کے لیے وقف ہوتے ہیں، لہٰذا ان میں اوراقِ مقدسہ دفن کرنا یا اس مقصد کے لیے کنواں بنانا، جائز نہیں، کیونکہ یہ وقف کی حالت کو بدلنا ہے، جو کہ ناجائز ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

3 خرید و فروخت میں ٹرانسپورٹ کی وجہ سے مال ہلاک ہو جائے تو وہ کس کے ذمہ ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پارٹی نے ہم سے مال منگوایا، ہم نے ان سے مال کی کوالٹی، قیمت وغیرہ سب چیزیں طے کر کے عقد کر لیا، مگر پیمنٹ ایک مہینہ بعد دینا طے پایا، اس کے بعد ہم نے وہ مال پارٹی کے کہنے پر، ان کی طرف سے متعین کردہ گڈز ٹرانسپورٹ کمپنی کے سپرد کر دیا، راستے میں گڈز ٹرانسپورٹ والوں کو حادثہ پیش آیا اور وہ مال ہلاک ہو گیا، اب اس پارٹی کا کہنا ہے کہ وہ مال چونکہ ہم تک نہیں پہنچا، لہٰذا ہم اس کی پیمنٹ نہیں کریں گے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہلاک ہونے والا مال کس کے ذمہ میں ہلاک ہوا؟ اس حوالے سے رہنمائی فرما دیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شریعت اسلامیہ کی رو سے خرید و فروخت ہو جانے کے بعد خریدار پر لازم ہے کہ خریدی گئی چیز کی قیمت، چیز بیچنے والے کے سپرد کر دے اور بائع (بیچنے والے شخص) پر لازم ہے کہ وہ بیچی جانے والی چیز خریدار کے سپرد کرے۔ خریدار کی طرف سے متعین کردہ شخص کے سپرد کرنا بھی خریدار کے ہی سپرد کرنا ہے کہ وہ بطور وکیل قبضہ کرتا ہے اور وکیل کا قبضہ مؤکل (اصل مالک) کا قبضہ شمار ہوتا ہے۔ پوچھی گئی صورت میں آپ نے مبیع (بیچی گئی چیز) چونکہ مشتری کی متعین کردہ ٹرانسپورٹ کمپنی کے حوالے کر دی تھی، لہٰذا آپ کی طرف سے سپرد کرنا پایا گیا۔ اس کے بعد ٹرانسپورٹ کمپنی سے جو مبیع (بیچی گئی چیز) ہلاک ہوئی وہ خریدار کی ہلاک ہوئی، لہٰذا خریدار پر حسبِ وعدہ اس مبیع (بیچی گئی چیز) کی پیمنٹ لازم ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

Go To Index

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی محمد قاسم عطاری*

1 عورتوں کا اپنے ہاتھ اور پاؤں کے بال کاٹنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا عورتوں کے لیے اپنے ہاتھ اور پاؤں کے بالوں کو کاٹنا جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت اپنے ہاتھ اور پاؤں کے بال کاٹ سکتی ہے، شریعت میں اس کی ممانعت نہیں۔ البتہ اگر یہ کام کسی دوسری عورت سے کروایا جائے تو پردے کا خیال رکھنا ضروری ہے یعنی ہاتھ اور گھٹنوں سے نیچے کے بال تو صاف کروانا درست ہے لیکن ٹانگوں کے بالوں میں گھٹنوں سے اوپر کے بال کاٹنے کے لیے اس حصے کو دوسری عورت کے سامنے کھولنا جائز نہیں، کیونکہ ایک عورت کا دوسری عورت کے سامنے بھی بغیر شرعی ضرورت کے اپنے ناف سے گھٹنے تک کا حصہ کھولنا جائز نہیں۔ اسی طرح اس کام کے لیے کسی غیر مسلم عورت کے سامنے اعضائے ستر جیسے کلائیاں، بازو، پنڈلیاں کھولنا بھی جائز نہیں ہو گا، کیونکہ مسلمان عورت کا غیر مسلم عورت سے بھی وہی پردہ ہوتا ہے جو عورت کا ایک اجنبی مرد سے ہوتا ہے یعنی جن اعضاء کو اجنبی مرد کے سامنے کھولنا جائز نہیں، اُنہی اعضاء کو غیر مسلم عورت کے سامنے بھی کھولنا جائز نہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 مخصوص ایام میں استعمال کی گئی چیزیں دھونا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورتیں مخصوص ایام میں جو چیزیں استعمال کرتی ہیں، مخصوص ایام گزر جانے کے بعد کیا وہ چیزیں بھی دھو کر استعمال کرنی ضروری ہوں گی مثلاً بال باندھنے والی پونی، کیچر وغیرہ۔ اگر کوئی اُنہیں بغیر دھوئے استعمال کرے اور نماز پڑھے تو کیا نماز ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض و نفاس کی حالت میں عورت حکمی طور پر ناپاک ہوتی ہے لیکن اس کا ظاہری جسم بدستور پاک ہوتا ہے، سوائے اُس مخصوص مقام کے جہاں خون لگا ہو کہ وہ حصہ ظاہری طور پر بھی ناپاک ہو گا۔ جب عورت کا اصل ظاہر بدن پاک ہے تو اس حالت میں وہ جو کپڑے، برتن، بستر یا دیگر اشیاء استعمال کرے، وہ محض اس کے استعمال سے ناپاک نہیں ہوں گی، بلکہ پاک ہی رہیں گی، لہٰذا بغیر ناپاکی کے اُنہیں دھونے کی کوئی ضرورت نہیں اور اُن کے ساتھ نماز درست ہو گی۔ البتہ اگر بدن، کپڑوں یا کسی اور چیز پر حیض یا نفاس کا خون لگ جائے تو وہ جگہ ناپاک ہو جائے گی اور جس قدر حصہ نجاست سے آلودہ ہوا ہو، اُسے پاک کرنا ضروری ہو گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

* نگرانِ مجلس تحقیقاتِ شرعیہ، دارالافتاء اہلِ سنّت، فیضانِ مدینہ کراچی

اعتقادات و توہمات

(قسط نمبر 4)

محترمہ بنتِ مقصود عطاریہ طالبہ فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز عرب، بحرین

اوراد و وظائف

وظائف "وظیفہ" کی جمع ہے جس کے معنی معمول، روزانہ کا کام، تنخواہ یا گزارے کی رقم کے ہیں۔ دینی و روحانی اصطلاح میں مخصوص آیات، اسمائے حسنیٰ یا دعاؤں کو مقررہ تعداد اور اوقات میں ذکر کرنا وظائف کہلاتا ہے۔ یہ وظائف اللہ پاک کے مقدس ناموں اور قرآنی آیات پر مشتمل ہوتے ہیں جن میں بے شمار برکتیں اور روحانی تاثیرات پائی جاتی ہیں۔ یہ انسان کی روحانی، جسمانی اور ذہنی پریشانیوں کے حل کا ذریعہ بنتے ہیں اور ان کے ذریعے بیماریوں، خوف، نظرِ بد اور دیگر آفات سے حفاظت حاصل ہوتی ہے۔

بہت سے ایسے مریض بھی دیکھے گئے ہیں جنہیں حکیموں اور ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا تھا، مگر جب ان کے لیے اللہ پاک کے اسمائے حسنیٰ، آیاتِ قرآنیہ اور مقدس کلمات کے ذریعے علاج کیا گیا تو شدید امراض ختم ہو گئے اور بعض گھروں میں جادو یا جنات کے اثرات کے سبب پیدا ہونے والی پریشانیاں بھی قرآنی آیات اور وظائف کی برکت سے دور ہو کر دوبارہ خوش حالی، برکت اور اطمینان نصیب ہوا۔

قرآن و سنت میں اس کے ثبوت پر واضح دلائل موجود ہیں، جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے: فَنَادٰى فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ﳓ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﭨ (پ 17، الانبیآء: 87)

ترجمہ: تو اس نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب سے پاک ہے، بیشک مجھ سے بے جا ہوا۔ جبکہ حدیثِ پاک میں ہے کہ حضرت یونس نے مچھلی کے پیٹ میں جب دعا مانگی تو یہ کلمات کہے: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ جو مسلمان ان کلمات کے ساتھ کسی مقصد کے لئے دعا مانگے تو اللہ پاک وہ دعا قبول فرماتا ہے۔[1] ایک اور روایت میں ہے کہ جس نے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھا تو یہ (اس کے لئے) 99 بیماریوں کی دوا ہے، ان میں سب سے ہلکی بیماری پریشانی و غم ہے۔[2]

اوراد و وظائف کے اثرات کا انکار: افسوس! بعض لوگ اوراد و وظائف کی روحانی تاثیر کو نہیں مانتے اور انہیں محض وہم یا ڈھونگ قرار دیتے ہیں، انہیں حضرت شیخ ابو سعید الخیر رحمۃُ اللہِ علیہ کا واقعہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے سامنے ایک ملحد نے تعویذات کے اثر کا انکار کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: تو عجیب گدھا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ غصے میں آگیا اور اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ جب ایک لفظ کے اثر سے تمہاری یہ حالت ہو گئی تو پھر تم نامِ الٰہی کی تاثیر کا انکار کیسے کرتے ہو![3]

یاد رہے! جب بھی کوئی وظیفہ پڑھا جائے تو وہ کسی جائز مقصد کے حصول کے لیے اللہ پاک کی بارگاہ میں عاجزی اور دعا کا ذریعہ ہو۔ وظیفہ پڑھنے والا اسے اللہ پاک کی بارگاہ میں وسیلہ بنائے اور ثواب کی نیت سے کرے۔ اگر کوئی شخص صرف دنیاوی مقصد کے حصول کی نیت سے وظیفہ کرے تو مقصد حاصل ہونے کی صورت میں اگرچہ یہ جائز ہے، لیکن ثواب سے محرومی ہو گی اور اگر مقصد حاصل نہ ہونے پر وظیفہ چھوڑ دیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نیت محض حصولِ مقصد تھی، نہ کہ عبادت و ثواب۔ اسی طرح وظیفہ ہمیشہ جائز مقصد کے لیے ہونا چاہیے، کیونکہ ناجائز مقصد کے لیے وظیفہ کرنا حرام ہے، مثلاً: میاں

بیوی میں تفریق ڈالنے کے لیے۔ اور اگر جائز مقصد کے لیے بھی ناجائز طریقہ اختیار کیا جائے، جیسے سفلی علم وغیرہ، تو یہ بھی حرام ہے۔[4]

وظائف کی پابندی اور فرائض و واجبات میں غفلت: آج کے دور میں ایک عجیب رجحان دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض خواتین تسبیح ہاتھ میں لے کر لمبے لمبے وظائف اور درود شریف کی کثرت کرتی ہیں، مگر نماز کے وقت سستی اور غفلت کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح وہ دیگر فرائض و واجبات اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی کمزوری دکھاتی ہیں۔ یاد رہے کہ انسان پر اصل لازم و ضروری چیز فرائض و واجبات کی ادائیگی ہے۔ وظائف وغیرہ چھوڑ دینے سے گناہ نہیں ہوتا، لیکن فرائض و واجبات کو بلا عذرِ شرعی چھوڑنا سخت گناہ اور نقصان کا باعث ہے۔

وظائف پر ہی انحصار کرنا عملی تدابیر نہ کرنا: بعض خواتین اوراد و وظائف کے ذریعے ہی روحانی علاج کو یقینی تصور کرتی ہیں اور عملی تدابیر اختیار نہیں کرتیں، حالانکہ عملی تدبیر کی بھی ضرورت ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر علاج خواہ روحانی ہو یا ڈاکٹری، اس میں حقیقی تاثیر اللہ پاک ہی دیتا ہے، لیکن وہ اس بات کا پابند نہیں کہ شفا کسی ایک ہی ذریعے سے دے؛ بلکہ چاہے تو بظاہر معمولی سبب سے بھی شفا عطا فرما دیتا ہے۔

بسا اوقات معاملہ طبی طور پر خرابی کا ہوتا ہے اور ہم صرف روحانی علاج پر اکتفا کر رہی ہوتی ہیں اور کبھی اس کے برعکس روحانی پہلو متاثر ہوتا ہے مگر ہم اس طرف توجہ نہیں دیتیں۔ اس لیے صرف اوراد و وظائف پر انحصار کے بجائے عملی تدابیر بھی اختیار کرنی چاہئیں۔ دعا کے ساتھ دوا بھی ضروری ہے، البتہ! اوراد و وظائف کی اہمیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

وظائف کے لیے اجازت لینا اور لوازمات پورے کرنا: بعض وظیفے ایسے ہوتے ہیں جن میں اجازت ہونا ضروری ہے جبکہ بعض بغیر اجازت بھی پڑھے جاسکتے ہیں، جیسے وہ وظائف جو عام کتابوں میں موجود ہوتے ہیں۔ تاہم جن وظائف میں عامل کی طرف سے کچھ لوازمات مقرر ہوں ان کی پابندی ضروری ہے، مثلاً: جتنی تعداد بتائی گئی ہو اتنی ہی پوری کی جائے، نہ کم نہ زیادہ، کیونکہ وظائف کی مثال چابی کے دندانوں کی سی ہے؛ اگر دندان کم یا زیادہ ہوں تو تالا نہیں کھلتا۔

بعض خواتین کسی بھی کتاب میں کوئی وظیفہ دیکھ کر فوراً شروع کر دیتی ہیں، حالانکہ یہ درست نہیں، کیونکہ جہاں اجازت یا شرائط ضروری ہوں وہاں ان کی پابندی نہ کرنے سے فائدے کے بجائے نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت میں ہے کہ ایک لڑکی بطورِ وظیفہ سورۂ مزمل پڑھا کرتی تھی تو اس کا دماغ خراب ہوگیا اعلیٰ حضرت سے اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا آیاتِ قرآنی بھی یہ اثر رکھتی ہیں؟ جواباً فرمایا: جو قیود (یعنی شرائط) عامل بتاتے ہیں ان کی پابندی نہ کرنے سے ایسا ہوتا ہے۔[5]

بے توجہی سے وظائف پڑھنا فائدہ مند نہیں: بعض خواتین وظائف وغیرہ بے توجہی سے پڑھتی ہیں اور کچھ دنوں بعد یہ کہہ کر چھوڑ دیتی ہیں کہ ہمیں تو کوئی فائدہ نہیں ہو رہا۔ یاد رہے کہ دلی توجہ کے بغیر صرف رسم کے طور پر اوراد و وظائف پڑھنا اگرچہ بالکل بے فائدہ نہیں، کیونکہ اللہ پاک کا ذکر بہر حال ثواب کا باعث ہے، لیکن اس کی اصل تاثیر کم ہو جاتی ہے۔ بندہ جب ذکر کرے تو زبان کے ساتھ دل بھی اللہ پاک کی طرف متوجہ ہو۔ حقیقی فائدہ تب حاصل ہوتا ہے جب انسان سمجھ کر، محبت کے ساتھ اور اللہ پاک کی عظمت کو محسوس کرتے ہوئے وظائف پڑھے۔ اس طرح مختصر ذکر بھی برکت اور سکون کا ذریعہ بنتا ہے، جبکہ بے توجہی کے ساتھ طویل وظائف بھی وہ اثر پیدا نہیں کر پاتے۔

خواتین کا مخصوص ایام میں اوراد و وظائف پڑھنے کا حکم: مخصوص ایام میں کسی مقصد کے لئے وظیفے کی نیت سے قرآنی آیات مثلاً: سورۂ اخلاص وغیرہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ البتہ! جو آیات دعا و ثنا پر مشتمل ہوں، انہیں صرف دعا و ثنا کی نیت سے پڑھا جاسکتا ہے۔ اگر وہ آیات لفظ قُلْ سے شروع ہوتی ہوں تو

Go To Index

پڑھتے وقت لفظ قُلْ ہٹا دیا جائے۔ نیز جن آیات میں متکلم کے صیغے کے ساتھ حمد و ثنا ہو، جیسے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ (پ16، طٰہٰ:82) ان کا قرآن ہونا متعین ہے، لہٰذا ایسی آیات بھی مخصوص ایام میں حمد و ثنا کی نیت سے پڑھنا جائز نہیں۔[6]

اوراد و وظائف کی تاثیر کے لیے شرائط: کچھ خواتین وظائف شروع تو کرتی ہیں لیکن انہیں مطلوبہ فوائد حاصل نہیں ہوتے، اس کی مثال یوں سمجھیے کہ جب انسان بیمار ہوتا ہے تو ڈاکٹر یا حکیم اسے پرہیز کی تلقین کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ دوا اسی وقت اثر کرے گی جب احتیاط بھی کی جائے۔ اگر مریض وقت پر دوا لے اور پرہیز کرے تو جلد صحت یاب ہو جاتا ہے، لیکن اگر لاپروائی کرے تو فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اوراد و وظائف کا معاملہ بھی ہے کہ ان کے اصول و آداب کی پابندی ضروری ہے۔ اگر کوئی ان کی پابندی نہ کرے یا دل میں شک رکھے کہ معلوم نہیں فائدہ ہو گا یا نقصان تو اسے مطلوبہ اثر نہیں ملتا۔ ہاں! جو اسلامی بہن اخلاص اور یقین کے ساتھ وظائف پڑھتی ہے، اسے ان کے فوائد ضرور حاصل ہوتے ہیں۔

مکتبۃ المدینہ کی کتاب "جنتی زیور" میں ہے: یاد رکھو کہ جس طرح جڑی بوٹیوں اور تمام دواؤں کی تاثیر اسی وقت ظاہر ہوتی ہے جب کہ اسی ترکیب سے وہ دوائیں استعمال کی جائیں جو ان کے استعمال کا طریقہ ہے اسی طرح عملیات اور تعویذات کی بھی کچھ شرائط کچھ ترکیبیں کچھ لوازمات ہیں کہ جب تک ان سب چیزوں کی رعایت نہ کی جائے گی عملیات کی تاثیرات ظاہر نہ ہوں گی اور فیوض و برکات حاصل نہ ہوں گے ان شرائط میں سے سات شرطیں نہایت ہی اہم اور انتہائی ضروری ہیں کہ جن کے بغیر قرآنی اعمال میں تاثیرات کی اُمید رکھنا نادانی ہے۔ وہ شرائط یہ ہیں:

1. حلال لقمہ کھانا اور حرام غذاؤں سے بچنا۔
2. سچ بولنا اور جھوٹ سے ہمیشہ بچتے رہنا۔
3. نیت کو درست اور پاکیزہ رکھنا کہ ہر نیکی اللہ کریم ہی کے لیے کرنا۔
4. شریعت کے احکام کی پوری پوری پابندی کرنا۔
5. اللہ کریم کے دِین کے ستونوں، مثلاً: قرآن، کعبہ، نبی، نماز وغیرہ کی تعظیم اور بزرگانِ دِین کا ہمیشہ ادب و احترام کرنا۔
6. جو وظیفہ بھی پڑھیں دل کی حضوری (یعنی مکمل توجہ) کے ساتھ پڑھنا۔
7. جو عمل اور وظیفہ پڑھیں اس کی تاثیر پر پورا پورا یقین اور پختہ عقیدہ رکھنا۔ اگر شک و شبہ ہوا تو وظیفہ یا عمل میں اثر نہ رہے گا۔[7]

بسا اوقات ہم وظائف شروع تو کرتی ہیں مگر استقامت نہیں رہتی، جس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ ہمیں درست قرآن پڑھنا نہیں آتا۔ اس لیے قرآنِ کریم کو صحیح پڑھنا سیکھنا چاہیے تاکہ وظائف بھی آسان ہو جائیں۔

دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہم وقت کی کمی کا بہانہ بناتی ہیں اور جلد گھبرا جاتی ہیں۔ حالانکہ اگر ہم تھوڑا سا وقت نکال کر اندازہ لگائیں تو کئی وظائف چند منٹ میں مکمل ہو سکتے ہیں۔ جیسے لمبے سفر میں انسان منزل کو سامنے رکھے اور مسلسل سفر کرتا رہے تو فاصلہ طے کر لیتا ہے، اسی طرح وظائف میں بھی استقامت کا دامن تھامے رکھے اور ثواب کو سامنے رکھے تو عمل آسان محسوس ہونے لگتا ہے۔ ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ روزانہ ہمارا کتنا وقت فضول باتوں میں ضائع ہو جاتا ہے۔ اگر اسی وقت کو نیکی میں لگایا جائے تو ہماری دنیا و آخرت سنور سکتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اخلاص، یقین اور استقامت کے ساتھ اوراد و وظائف کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں۔

---

1. ترمذی، 5/302، حدیث:3516
2. مستدرک، 2/237، حدیث:2034
3. فتاویٰ رضویہ، 24/207 ملخصاً
4. فتاویٰ رضویہ، 23/398 مفہوماً
5. ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص341، حصہ:3
6. فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوع، فتویٰ نمبر:WAT-2485
7. جنتی زیور، ص574

Go To Index

بچوں پر شفقت کیجئے

محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ
شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

اولاد اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ انسان کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی اور دل کا سکون ہوتی ہے۔ جس گھر کے آنگن میں بچوں کی چہکار نہ ہو وہ گھر ویران اور بے رونق محسوس ہوتا ہے۔ بچے زندگی کی رونق، گھر کی بہار اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتے ہیں۔ ان کی معصوم مسکراہٹ سے گھر کا ماحول خوشگوار اور دلکش بن جاتا ہے۔ بچے پھول کی طرح ہوتے ہیں، جو اپنی خوشبو اور معصومیت سے گھر کو مہکا دیتے ہیں، لیکن وہ پھول کی طرح نازک بھی ہوتے ہیں، ذرا سی سختی، ڈانٹ یا تلخی سے سہم جاتے ہیں اور ان کے دل پر منفی اثر پڑتا ہے۔ اس لیے ان کے ساتھ ہمیشہ شفقت، رحمدلی، نرمی اور ہمدردی کے ساتھ پیش آنا چاہیے تاکہ ان کی شخصیت بہتر انداز میں پروان چڑھے اور وہ اعتماد کے ساتھ اچھے انسان بن سکیں۔ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے بچوں کے ساتھ نہایت شفقت اور محبت کا عملی نمونہ پیش فرمایا۔ چند جھلکیاں ملاحظہ کیجئے:

بُراق جیسی اعلیٰ ترین سواری پر سوار ہونے والے آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے خود اپنے نواسے امامِ حسن کو اپنے کندھے پر بٹھایا۔[1] بعض اوقات دورانِ نماز بچے کے رونے کی آواز آتی تو آپ نماز کو مختصر فرما دیتے۔[2] جب انصار کے پاس تشریف لے جاتے تو ان کے بچوں کو سلام کرتے، سر پر دستِ شفقت پھیرتے اور ان کے لئے دعا بھی فرماتے۔[3]

حضور کے بچوں پر شفقت و مہربانی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت انس فرماتے ہیں: حضور بچوں پر بہت زیادہ شفقت فرمانے والے تھے۔[4] ایک بار حضور اپنے ننھے نواسے امام حسن سے پیار کرتے ہوئے منہ چوم رہے تھے۔ حضرت اقرع بن حابس تمیمی نے حیران ہو کر کہا: میرے دس بیٹے ہیں مگر میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اللہ پاک بھی اس پر رحم نہیں فرماتا۔[5] اسی طرح ایک بار امام حسین بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، حضور کا وہاں سے گزر ہوا اور انہیں پکڑنا چاہا تو وہ کھیلتے ہوئے ادھر ادھر بھاگنے لگے، حضور مسکراتے رہے یہاں تک کہ آپ نے ان کو پکڑ لیا۔ پھر ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا سر پر رکھ کر ان کا بوسہ لیا اور فرمایا: حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ پاک اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرے۔[6]

ان خوبصورت و دلنشین اداؤں پر قربان! یقیناً یہ بچوں پر شفقتِ مصطفےٰ کی روشن مثالیں ہیں۔ حضور کی مقدس زندگی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ چھوٹوں سے پیار و محبت اور شفقت والفت کا جو برتاؤ آپ نے کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی حضور کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بچوں کے ساتھ محبت اور شفقت بھرا رویہ اپنانا چاہیے، انہیں مارنا پیٹنا فائدہ مند ہونے کے بجائے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

بچوں پر شفقت کے اثرات: بچوں کی شخصیت کو نکھارنے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں محبت و شفقت کے سائے میں پروان چڑھایا جائے۔ جن بچوں کو محبت بھرا ماحول میسر آتا ہے ان کی شخصیت میں کئی مثبت تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ محبت بھرے ماحول میں پرورش پانے والے بچوں کی ذہنی صلاحیتیں اور یادداشت بہتر ہوتی ہے کیونکہ وہ مثبت ماحول میں رہتے ہیں، اس لیے ان

کی فکری قوتیں زیادہ متحرک رہتی ہیں۔ بچے وہی سیکھتے ہیں جو اپنے بڑوں کو کرتے دیکھتے ہیں، جب انہیں گھر میں محبت اور شفقت ملتی ہے تو وہ بھی نرم مزاج، ہمدرد اور خیر خواہ بن جاتے ہیں اور یہی صفات ان کی شخصیت کا حصہ بن جاتی ہیں۔ اسی طرح جس بچے کو بچپن سے محبت ملتی ہے اس میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور ایسا بچہ بڑا ہو کر کامیاب اور باوقار زندگی گزارتا ہے کیونکہ اسے اپنی قدر و منزلت کا احساس ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں اپنے بچوں کی محبت اور شفقت کے ساتھ تربیت کرنی چاہیے تاکہ ان کی شخصیت بہتر ہو اور مثبت نتائج سامنے آئیں۔

بچوں پر شفقت کی مثالیں: چھوٹے بچوں پر شفقت و مہربانی کے یہ انداز اختیار کیجئے: بچوں کو اللہ پاک کی امانت سمجھ کر محبت بھرا سلوک کیجئے اور ان کے ساتھ نرمی و پیار کا برتاؤ رکھئے۔ انہیں پیار کیجئے، بدن سے لپٹائیے اور کندھے پر بٹھائیے تاکہ ان میں اپنائیت پیدا ہو۔ ان کے ہنسنے، کھیلنے اور بہلنے کی باتوں میں دلچسپی لیجئے اور ہر وقت ان کا دل خوش رکھنے کا خیال رکھئے۔ موسم کے نئے پھل اور میوے انہیں دیجئے کیونکہ وہ بھی سادہ دل ہوتے ہیں۔ اپنی گنجائش کے مطابق انہیں کھانے، پہننے اور کھیلنے کے لیے جائز چیزیں دیجئے۔ بچوں کو بہلانے کے لیے جھوٹا وعدہ نہ کیجئے بلکہ وہی وعدہ کیجئے جسے پورا کرنے کا ارادہ ہو۔ اگر ایک سے زیادہ بچے ہوں تو سب کو برابر چیزیں دیجئے اور کسی کو بلاوجہ ترجیح مت دیجئے تاکہ کسی کے دل میں محرومی پیدا نہ ہو۔[7]

یہ حقیقت ہے کہ ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے، مگر اس کی شخصیت اندرونی اور بیرونی عوامل مثلاً والدین، تعلیم و تربیت، سازگار ماحول اور افرادِ معاشرہ کے اثرات سے مل کر تشکیل پاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے: ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔[8]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اسی نکتے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: بچہ والدین کے پاس اللہ پاک کی امانت ہے۔ اس کا دل ایک صاف اور سادہ جوہر کی طرح ہوتا ہے جو ہر نقش و اثر کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسے ہر طرف مائل کیا جا سکتا ہے۔ اگر اس میں اچھی عادات پیدا کی جائیں اور اسے علمِ نافع دیا جائے تو وہ عمدہ نشو و نما پا کر دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرتا ہے اور یہ ایک عظیم کارِ خیر ہے جس میں والدین اور اساتذہ وغیرہ سب شریک ہوتے ہیں۔ لیکن اگر اس کی اصلاح سے غفلت کی جائے تو وہ بگڑ کر تباہ ہو جاتا ہے، جس کا وبال اس کے سرپرست پر ہوتا ہے۔[9]

بچے اگر ایسی شرارتیں کریں جو بدتمیزی اور بداخلاقی کے دائرے میں نہ آتی ہوں، جیسے کھیل کود اور معصومانہ حرکتیں، تو ان پر بلاوجہ غصہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بچپن کے حسین اور بے فکری کے لمحات دوبارہ واپس نہیں آئیں گے۔ جب یہ بچے بڑے ہوں گے تو دنیا کے دکھ، ذمہ داریاں اور فکریں انہیں گھیر لیں گی، اس لیے یہ وقت انہیں خوشی سے جینے دینا چاہیے اور اپنا ذہنی دباؤ ان پر مسلط نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ! اگر بچہ بدتمیزی، بداخلاقی یا نقصان دہ شرارت کرے تو وہاں نرمی اور محبت کے ساتھ اس کی اصلاح ضروری ہے۔ اسے صحیح اور غلط کی تمیز سکھانا بھی شفقت ہی کا حصہ ہے۔

الغرض ہمیں تعلیماتِ نبوی کے مطابق بچوں کے ساتھ محبت و شفقت کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ ان پر پیار و محبت کے پھول نچھاور کرنے چاہییں تاکہ وہ اچھی شخصیت بن سکیں۔ بچوں کو نرمی اور عزت کے ساتھ پروان چڑھانا اور ان کی غلطیوں کی اصلاح حکمت سے کرنا ہی ان کے روشن مستقبل کی بنیاد ہے۔

---

1. ترمذی، 5/432، حدیث:3809
2. بخاری، 1/253، حدیث:707 ماخوذاً
3. سنن کبریٰ للنسائی، 5/92، حدیث:8349
4. مسند ابی یعلیٰ، 3/425، حدیث:4181
5. بخاری، 4/100، حدیث:5997
6. ابن ماجہ، 1/96، حدیث:144
7. فتاویٰ رضویہ، 24/453 ملخصاً
8. بخاری، 1/466، حدیث:1385
9. احیاء العلوم، 3/88 ملخصاً

Go To Index

بچوں پر بے جا سختی مت کیجئے

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 50 ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیے جا رہے ہیں۔)

محترمہ بنتِ انور عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: دورۂ حدیث، تلواڑہ مغلاں سیالکوٹ)

اسلام نے بچوں کی تربیت میں شفقت، نرمی اور محبت کا درس دیا ہے۔ بے جا سختی نہ صرف والدین اور اولاد کے تعلق کو بگاڑتی ہے بلکہ بچے کی شخصیت پر بھی برا اثر چھوڑتی ہے اور کل یہی برا اثر اس کو معاشرے کا باغی فرد بنا سکتا ہے۔ قرآنِ کریم میں فرمایا گیا: فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى ۝ (پ16، طٰہٰ: 44) ترجمہ: تو تم اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے۔

انسان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کو پیار، محبت اور نرمی کے ساتھ نصیحت کرے کیونکہ اس طریقے سے نصیحت قبول ہونے اور اصلاح کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ غلطی سے سبق بھی حاصل ہوتا ہے۔ دینی و دنیوی معاملات میں جہاں تک ممکن ہو نرمی اختیار کرنی چاہیے کیونکہ نرمی سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ سختی سے ضروری نہیں کہ حاصل ہو سکے۔

نرمی سے اصلاح کیجیے

اصلاح کا انداز ایسا ہو کہ بچہ باغی نہ ہو اس لیے جب سمجھائیں نرمی سے سمجھائیں، بچوں کے جذبات بہت نازک ہوتے ہیں، بعض والدین کی عادت ہوتی ہے کہ اولاد جب بھی غلطی کرے تو اسے کوسنا شروع کر دیتے ہیں، اس سے بچہ احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتا ہے۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز سے نرمی چھین لی جاتی ہے اسے عیب دار کر دیتی ہے۔[1] اس کے علاوہ بھی بعض ماؤں کی عادت ہوتی ہے کہ بچوں کو سمجھاتے ہوئے مختلف دھمکیوں سے نوازتی ہیں، جبکہ بچے کا ناپختہ ذہن اس کا بہت غلط اثر قبول کرتا ہے اور سنبھلنے کے بجائے بگڑ جاتا ہے۔

اگر نرمی کے باوجود بچہ بار بار غلطی کرتا ہے تو حکمت یہ ہے کہ کچھ سختی کی جائے، پھر بھی باز نہ آئے تو ہلکی سی سزا دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ! سزا دینی پڑے تو ہاتھ سے دے اور اتنی کہ بچہ برداشت کر سکے، چہرے پر مارنے سے بچے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی مارے تو اسے چہرے پر مارنے سے بچنا چاہیے۔[2]

حوصلہ افزائی کیجیے

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب بچہ اچھا کام کرے، خوش اخلاق بنے تو اس کی تعریف کی جائے اور اسے ایسی چیز دی جائے کہ وہ خوش ہو جائے۔ اگر وہ بار بار غلطی کرے تو تنہائی میں سمجھائے کہ دوبارہ ایسا مت کرنا ورنہ لوگوں میں رسوا ہو جاؤ گے۔[3]

جو بچے اسکول یا مدرسے جاتے ہیں، اگر ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو اکثر انہیں یہی کہا جاتا ہے کہ ”ارے یہ تو پڑھتا ہے پھر بھی ایسے کام کرتا ہے!“، ”کیا اسے اسکول / مدرسے میں یہی سکھایا جاتا ہے!“ وغیرہ۔ یاد رہے! بچوں کی تربیت صرف

Go To Index

پڑھانے پر موقوف نہیں مختلف رویوں، باتوں اور باہمی تعلقات سے بھی بچوں کی ذہنی تربیت ہوتی ہے۔

بے جا سختی کے نقصانات

بے جا سختی کے کئی نقصانات ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں: ☆ بے جا سختی کی وجہ سے بچہ ڈر کے مارے جھوٹ بولنا سیکھ جاتا ہے۔ ☆ خود اعتمادی ختم ہو جاتی ہے۔ ☆ والدین سے فاصلہ بڑھ جاتا ہے۔ ☆ ضد اور بغاوت پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا بچوں سے غلطی ہونے پر مارنے کے بجائے تنہائی میں اصلاح کیجئے، تجربہ سکھائیے، تعریف کیجئے، حوصلہ بڑھائیے، بچے کی عمر اور سمجھ کے مطابق بات کیجئے اور خود تحمل مزاج بنئے۔

بچے نرمی سے پھول کی طرح کھلتے ہیں، سختی سے مرجھا جاتے ہیں۔ اگر ہم چاہتی ہیں کہ ہماری اولاد نیک اور فرمانبردار بنے تو پہلے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے طریقے پر چل کر محبت سے تربیت کرنی ہوگی۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں صحیح معنیٰ میں سمجھنے سمجھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

محترمہ بنتِ محمد آصف مدنیہ عطاریہ
(فیضانِ خدیجۃ الکبریٰ پی آئی بی کالونی کراچی)

اگر کسی خوبصورت پرندے کو ایک سونے کے پنجرے میں بند کر دیا جائے اور اسے وقت پر بہترین خوراک بھی دی جائے، لیکن اس کے پروں کو لوہے کی زنجیروں سے جکڑ دیا جائے تو کیا وہ کبھی اڑنا سیکھ پائے گا؟ یقیناً نہیں۔ ہمارے بچے بھی ان پرندوں کی طرح ہیں، جنہیں اڑنے کے لیے محبت کی کھلی فضا چاہیے ہوتی ہے، مگر ہم تربیت اور اچھے مستقبل کے نام پر ان کے گرد "بے جا سختی" کا ایسا پنجرہ کھڑا کر دیتی ہیں جو ان کی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں کو مفلوج کر دیتا ہے۔ مائیں اکثر یہ سمجھ بیٹھتی ہیں کہ جتنا سخت لہجہ ہوگا، بچہ اتنا ہی نیک اور فرماں بردار بنے گا، حالانکہ سختی سے صرف دوریاں جنم لیتی ہیں۔ لہٰذا آج ہی اس پنجرے کا دروازہ کھولیے اور دیکھیے کہ محبت کی فضا بچوں کی شخصیت کو کیسے پروان چڑھاتی ہے۔

بچوں پر شفقت کرنا، انہیں نرمی سے سمجھانا، ان کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا گویا ان کی اچھی تربیت کے دروازے کو کھول دے گا۔ اگر ہم چاہتی ہیں کہ ہمارے بچوں کی تربیت ایسی ہو کہ ہمارے بچے ہمارا کہنا مانیں، ہمارا ادب کریں تو اس کے لیے ہمیں ان پر بے جا سختی نہیں کرنی ہوگی کیونکہ اس سے ہمارا بچہ ضدی ہو جائے گا۔ ہمارا عمل ایسا ہو کہ ہمارے بچے ہمیں فالو کریں اور ہم اپنے بچوں کے لیے رول ماڈل بنیں۔ اس ضمن میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا عمل مبارک پیشِ خدمت ہے۔ چنانچہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے، ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے بوسہ دیتے، پھر ان کو اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم حضرت فاطمہ کے ہاں تشریف لے جاتے تو آپ کو دیکھ کر کھڑی ہو جاتیں، آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتیں، پھر اس کو چومتیں اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔(4)

الغرض رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جو انداز اپنی شہزادی کے ساتھ اختیار فرمایا تو آپ کی شہزادی نے بھی ویسا ہی کیا۔ ہم اپنے بچوں کے ساتھ جو انداز اختیار کریں گی تو ہمارے بچے بھی ہم سے وہی سیکھیں گے۔ لہٰذا کوشش فرمائیے کہ بچوں پر سختی نہیں شفقت، شفقت اور شفقت ہی کیجئے، بچے پھول جیسے ہوتے ہیں اور پھول مرجھائے ہوئے زیب نہیں دیتے۔

ربِّ کریم ہمیں بچوں پر شفقت کے ساتھ پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 مسلم، ص1073، حدیث:6602
2 ابوداود، 4/222، حدیث:4493
3 کیمیائے سعادت، 2/532
4 ابوداود، 4/454، حدیث:5217

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ! ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 50 ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 624 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور کی انصار صحابہ سے محبت	255	بچوں پر بے جا سختی مت کیجیے	233	کسی کی سادگی کا ناجائز فائدہ مت اٹھائیے	13

مضمون بھیجنے والیوں کے نام

حضور کی انصار صحابہ سے محبت: اوکاڑہ رینالہ خورد: بنت اکبر۔ پنجاب فیصل آباد: بنت ڈاکٹر محمد شہباز۔ تھانہ بولا خان: ام عبدالقادر۔ حیدرآباد لطیف آباد 8: بنت جاوید، بنت سکندر خاور، بنت قربان۔ خوشاب جوہر آباد: بنت محمد افضل۔ ڈجکوٹ پھرالہ: بنت محمد طارق۔ ساہیوال طارق بن زیاد کالونی: بنت شفقت علی۔ سرگودھا 134 بلاک: بنت طارق۔ سیالکوٹ پاکپورہ: بنت محمد منیر، بنت امتیاز، بنت محمد رفیق، بنت اسلام، بنت شاہد، بنت شکیل احمد، بنت محمد اختر، بنت دلاور صدیقی، بنت محمد عارف، بنت راشد، بنت راشد علی، بنت خالد، بنت شاہد، بنت اصغر علی، بنت محمد جمیل، بنت دلاور حسین، بنت محمد اکرم، بنت ندیم، بنت شہباز، بنت منظور حسین، بنت عبداللہ، بنت محمد وارث، بنت محمد یونس، بنت احسان، بنت آفتاب، بنت محمد طفیل، بنت لیاقت علی، بنت سلیم، بنت مقصود، ہمشیرہ محمد حبیب، بنت فاروق، بنت محبوب احمد، بنت محمد نعیم، بنت احسان، بنت فاروق، بنت مشتاق، بنت ابو طالب، بنت جمیل، بنت احمد رضا، بنت رفیق احمد، ہمشیرہ دانیال، بنت وسیم حسین، بنت نور الٰہی، بنت خالد وسیم، بنت شفاقت علی، بنت حافظ سلطان احمد، بنت محمد عرفان، بنت امتیاز حسین۔ تلواڑہ مغلاں: بنت وسیم علی، بنت لطیف، بنت شہباز احمد، بنت شاہد، بنت رزاق احمد، بنت خالد حسن، بنت جاوید اقبال، بنت مطہر محمود، بنت عمر، ہمشیرہ زین، بنت اظہر، ہمشیرہ ابراہیم، بنت جاوید آصف، بنت اطہر بخاری، بنت عارف حسین، بنت محمد جمیل، ہمشیرہ محمد اسد، بنت مختار خان، بنت رضا مصطفیٰ، بنت ندیم احمد، بنت عدنان، بنت آصف، بنت محمد اسلام، بنت رفیق، بنت محمد قدیر، بنت نصیر احمد، بنت مدثر اقبال، بنت محمد ارشد، بنت اسلم، ہمشیرہ محمد حسن، بنت محمد عاصم شہزاد، بنت عبدالوحید، بنت جنید رضا، ہمشیرہ نعمان علی، بنت طارق، بنت نعیم، بنت محمد آصف، بنت ندیم۔ شفیع کا بھٹہ: بنت جعفر حسین، بنت عرفان، بنت عارف، بنت شاہد محمود، بنت خلیل احمد، بنت دلاور حسین، بنت کاشف شیراز، بنت رزاق بٹ، بنت محمد اشفاق، بنت عبدالمجید، ہمشیرہ ہارون اشفاق، بنت محمد شاہد، بنت اشفاق احمد، بنت عبدالرزاق، بنت آصف اقبال، ہمشیرہ محمد حسن، بنت محمد جعفر حسین، بنت محمد حبیب، بنت انتظار حسین، بنت جہانگیر، بنت محمد اکرم، بنت افتخار احمد، بنت محمد حبیب، بنت شبیر احمد، بنت خوشی محمد، بنت محمد عمران، بنت محمد یعقوب، بنت محمد خالد، بنت عبدالقیوم۔ گلبہار: بنت اصغر، بنت عمران، بنت محمد ارشد، بنت ریاض، بنت اقبال، بنت عرفان، بنت شہباز، بنت نعیم، بنت وارث علی، بنت سلیم، ہمشیرہ عبداللہ، بنت طارق محمود، بنت رفیق، بنت رضوان، اخت فیصل خان، بنت اعجاز، بنت محمد ذوالفقار، بنت امجد، بنت عمران، بنت محمد اشتیاق، بنت نصیر، بنت محمد ارشد، بنت ایاز خان، بنت شفیق، بنت ذوالفقار علی، بنت حاجی محمد شہباز، بنت رمضان، بنت محمد رشید، بنت غلام حیدر۔ گھوگا: بنت عبدالقیوم، بنت عبدالواحد، بنت مبارک علی، بنت محمد ابدال، بنت مقصود۔ مظفر پورہ: بنت محمد محمود احمد، بنت محمد طارق، بنت محمد اظہر اقبال، بنت محمد یاسر، بنت محمد شہباز، بنت محمد شبیر، بنت اعظم، ام سلمیٰ، بنت رمضان، بنت ارشد علی۔ معراج کے: بنت محمد افضل بھٹی، بنت محمد بوٹا، بنت محمد جاوید، بنت محمد الیاس، بنت شفیق احمد، بنت محمد شہباز، بنت محمد اسحاق، بنت شبیر حسین، بنت محمد نواز، بنت محمد آصف، بنت محمد شبیر، بنت نصیر احمد، بنت صوفی محمد اقبال۔ میانہ پورہ: بنت منور، بنت محمد الیاس، بنت قمر شہزاد، بنت عتیق، بنت مقصود حسین، بنت محمد عمران، بنت سہیل، بنت محمد نواز، بنت محمد جمیل، بنت لطیف احمد، بنت اعظم مبین، بنت عبدالرحمن، اخت حمزہ عمران، بنت طارق، بنت محمد مبشر، بنت مخدوم حسین۔ نندپور: بنت محمد رمضان احمد، بنت محمد الیاس، بنت ہدایت اللہ، بنت محمد صدیق، بنت افتخار احمد، ہمشیرہ امیر حمزہ، بنت عبدالرزاق، ام ہانی، بنت محمد سلیم، بنت خالد محمود، بنت محمد ایوب، بنت عبدالرزاق، بنت عبدالستار۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت اختر، بنت سجاد احمد، بنت حنیف، بنت محمد آصف، بنت ندیم، بنت افتخار احمد۔ فیصل آباد فیض پورہ: بنت لیاقت علی۔ جڑانوالہ: بنت راشد، بنت محمد اقبال، بنت محمد فاروق۔ چہاں: بنت ارشد محمود۔ 137 روڈ سمندری: بنت جاوید۔ ڈجکوٹ: بنت افتخار۔ قصور راؤ خان والا: بنت ظفر اقبال۔ کراچی اورنگی ٹاؤن: بنت غلام سرور، بنت محمد اکرم۔ فیضان آمنہ: بنت عبدالخالق۔ فیضان رضا: بنت جاوید، بنت ندیم یوسف۔ فیضان عطار: بنت اسماعیل، بنت محمد طالب، ہمشیرہ غلام محمد۔ ملیر کھوکھراپار: بنت مشتاق احمد خان۔ گجرات سراجا منیرا: بنت اصغر، بنت افضال، بنت جاوید اقبال، بنت علی اصغر۔ سرائے عالمگیر: بنت سید امجد علی شاہ۔ کنگ سہالی: بنت زبیر احمد، بنت عطاء محمد۔ منگوال: بنت محمد عارف۔ گوجرانوالہ کامونکی: بنت اصغر محمود، بنت محمد رمضان۔ لاہور ہربنس پورہ: بنت محمد افضل۔ جوہر ٹاؤن: بنت یعفور رضا۔ لیہ: بنت منیر احمد۔ ملکہ ہانس: بنت محمد تسلیم۔ موچھ: بنت سلطان سکندر۔ میانوالی عیسیٰ خیل: بنت گل نواز گورایہ۔ نارووال ظفروال جلوکے: زوجہ علی رضا۔ نارووال: بنت انور منظور، بنت محمد جاوید، بنت محمد مشتاق۔

بچوں پر بے جا سختی مت کیجیے: بہاولپور یزمان: بنت محمد یونس۔ پنجاب فیصل آباد: بنت ڈاکٹر محمد شہباز۔ پنجاب گجرات: ام شجاع۔ حیدرآباد لطیف آباد 8: بنت جاوید، بنت سید جاوید

اقبال، بنت عابد، بنت محمد ظفر اللہ نیازی۔ لطیف آباد 11: بنت محمد جاوید۔ ساہیوال طارق بن زیاد کالونی: بنت شفقت علی۔ سرگودھا 104 چک: بنت محمد منیر۔ سیالکوٹ پاکپورہ: بنت امتیاز، بنت محمد منیر، بنت محمد بوٹا، بنت افتخار احمد، بنت نوید حسین، بنت محمد رفیق، بنت شکیل احمد، بنت شبیر حسین، بنت شہزاد الطاف، بنت احسان، بنت محمد خالد وسیم، بنت محمد جمیل، ہمشیرہ ابراھیم، بنت محمود، بنت محمد سلیم، بنت آصف علی، بنت محمد قیصر، بنت سہیل احمد، بنت آفتاب، بنت انور حسین، بنت غفور حسین، ہمشیرہ محمد فیضان، بنت فضل الحق، بنت غلام رسول، بنت احمد رضا، بنت سید رضوان علی، بنت جمیل، بنت ارشد، بنت سلیم، بنت عباس، بنت محمد عامر شفیق، ہمشیرہ محمد حبیب، بنت محمد یونس، بنت عبد اللہ، بنت وسیم حسین، ہمشیرہ محمد احمد، بنت ذیشان احمد، بنت حنیف، بنت ابو طالب، بنت شمس، بنت لیاقت علی، ہمشیرہ دانیال، بنت غلام غوث، بنت ندیم، بنت امجد، بنت شاہد، بنت عمران، بنت منظور حسین، بنت محمد ارشد، بنت محمد عرفان، بنت حافظ اللہ دتہ، بنت شبیر علی، ہمشیرہ منیب احمد، بنت محمد اسلام۔ تلواڑہ مغلاں: بنت جاوید سرور، بنت محمد شکور، بنت محمد اعجاز احمد، بنت غلام مصطفی، بنت محمد افضل، بنت شبیر احمد، بنت جاوید آصف، ہمشیرہ غلام عباس، بنت طارق، بنت محمد اسلم، بنت محمود احمد، بنت محمد خلیل تبسم، بنت سائیں ملنگا، بنت شفیق، بنت سخاوت علی، بنت جواد، بنت نذیر، بنت عمران، بنت ناصر محمود، بنت محمد قدیر، بنت محمد انور۔ شفیع کا بھٹہ: بنت ندیم جاوید، بنت عرفان، بنت ہمایوں، بنت فضل الٰہی، بنت صغیر احمد، بنت محمد جمیل، بنت عثمان علی، ہمشیرہ محمد دانش، بنت محمد شریف، ہمشیرہ سراج، بنت محمد سلیم، بنت محمد امین، بنت محمد نواز، بنت سرور، بنت راشد محمود، ہمشیرہ عمر جٹ، بنت رحمت، ہمشیرہ حضر علی، ہمشیرہ نوید علی، ہمشیرہ محمد اسماعیل، بنت محمد جان، ہمشیرہ میر حمزہ، بنت سلیم، بنت امجد، بنت وحید، بنت عبد القیوم۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، ہمشیرہ قاسم، بنت اصغر، بنت شہباز، ہمشیرہ محمد عمیر، بنت اقبال، بنت محمد شہباز، بنت ریاض، بنت علی احمد، بنت عمران، بنت خالد محمود، ہمشیرہ ذوہیب، بنت ارشد، بنت انتظار حسین، بنت منیر، بنت امان، بنت شکیل، ہمشیرہ حبیب اللہ، بنت خالد، بنت غلام حیدر، بنت الیاس بٹ۔ سیالکوٹ گھوگا: بنت شہباز احمد۔ مظفر پورہ: بنت محمد طارق، بنت محمد عمران، بنت عمران، بنت نعیم، بنت لیاقت علی، بنت محمد شہباز، ہمشیرہ محمد احمد، بنت اعجاز، بنت محمد اشرف، ہمشیرہ قاسم، بنت حافظ محمد شبیر، ام سلمی، بنت غلام عباس۔ معراج کے: بنت رضا حسین، بنت محمد ذوالفقار، بنت محمد ناظم، بنت ریاض احمد، بنت محمد امجد، بنت ذوالفقار علی، بنت طاہر حسین، بنت محمد اسلام، بنت غفور احمد، بنت محمد رفیق۔ میانہ پورہ: بنت منور، بنت محمد الیاس، بنت قمر شہزاد، بنت عتیق، بنت مقصود حسین، بنت محمد عمران، بنت سہیل، بنت محمد جمیل، بنت عمر، بنت اعظم مبین، اخت حمزہ عمران، بنت طارق، بنت محمد مبشر، بنت مخدوم حسین، بنت سید ذاکر علی شاہ۔ نند پور: بنت محمد رمضان احمد، بنت محمد الیاس، بنت افتخار احمد، ہمشیرہ امیر حمزہ، بنت عبد الرزاق، بنت محمد صدیق، بنت ہدایت اللہ، ام ہانی، بنت محمد سلیم۔ بنت خالد محمود۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت اختر، بنت عبد الرؤف، بنت محمد شفیع، بنت سعد، بنت اسد، بنت شبیر احمد، بنت عثمان، بنت عابد حسین، بنت زاہد الحسن، بنت محمد ذوالفقار، بنت محمد ظفر اقبال، بنت مبشر حسین، بنت اسلام۔ فیصل آباد 137 روڈ سمندری: بنت محمد اشرف۔ بنت جاوید۔ جھمرہ سٹی: بنت طارق محمود۔ قصور الہ آباد: بنت اختر۔ کراچی فیضان رضا: بنت شاکر، بنت غلام جیلانی۔ اورنگی ٹاؤن: ام حسنین۔ بہار بغداد: بنت گل حسن۔ بھینس کالونی: ام حنظلہ۔ پی آئی بی کالونی: بنت محمد آصف۔ فیض مدینہ: بنت فیضان۔ فیضان آمنہ: بنت رحمت علی۔ فیضان بی بی زینب: بنت رضوان۔ فیضان عطار: بنت سجاد احمد اعوان، بنت سید تنویر حسین، بنت شبیر، بنت شیر محمد، بنت عبد الرشید، بنت عطاء اللہ، بنت فیصل، بنت فیض رسول، بنت گلزار علی، ہمشیرہ محمد حماد رضا۔ گلشن رضا: بنت گل محمد۔ ملیر کھوکھراپار: بنت مشتاق احمد خان۔ گودھرا: بنت انیس قریشی۔ گجرات گکرالی: بنت محمد اشفاق۔ کنگ سہالی: بنت محمد عارف۔ گجرات فیضان آن لائن اکیڈمی: بنت غلام غوث۔ گجرات سراجا منیرا: بنت محمد طارق۔ گوجر خان: بنت ظہیر احمد قاضی۔ گوجرانوالہ کامونکی: بنت محمد رمضان۔ مورو: بنت داؤد سومرو۔ میانوالی عیسی خیل: بنت گل نواز گورایہ، بنت محمد نور خان۔ نارووال: بنت عبد الستار۔ نواب شاہ بہار شریعت: بنت محمد آصف اقبال۔ عرب بحرین: بنت مقصود۔

کسی کی سادگی کا ناجائز فائدہ مت اٹھائیے: بہاولپور یزمان: بنت محمد یونس۔ پنجاب فیصل آباد: بنت ڈاکٹر محمد شہباز۔ حیدرآباد لطیف آباد 8: بنت شکیل احمد، ہمشیرہ توسین حیدر۔ راولپنڈی نیو افضل ٹاؤن: بنت عاطف۔ ساہیوال طارق بن زیاد کالونی: بنت شفقت علی۔ سیالکوٹ پاکپورہ: بنت فراز اختر، بنت محمد رفیق، بنت سید رضوان علی، بنت امتیاز، بنت محمد منیر، بنت مظہر جلیل، بنت انور حسین، بنت اظہر اقبال، بنت شکیل احمد، بنت ذیشان احمد، بنت محمد طفیل، بنت محمد اشفاق، بنت رفیق، بنت احسان، بنت اقبال، بنت اصغر، بنت آفتاب، بنت یونس، بنت فضل الحق، بنت منان، بنت شاہد فاضل، ہمشیرہ محمد حبیب، بنت عبد اللہ، بنت خالد حسین، بنت ابو طالب، بنت شمشاد علی، بنت احمد رضا، ہمشیرہ دانیال، بنت وسیم حسین، ہمشیرہ احمد وسیم، بنت شاہد، بنت اللہ دتہ، بنت سلیم۔ تلواڑہ مغلاں: بنت عبد الستار، بنت غلام سرور، بنت احمد رضا، بنت فیصل مجید، بنت ذوالفقار بیگ، بنت بشارت علی، بنت محمد اکرم، اخت عبد الاحد، بنت توصیف انجم، بنت نعیم، بنت عدنان یوسف، بنت ارشد۔ شفیع کا بھٹہ: ہمشیرہ محمد منیب، بنت سعید، بنت عرفان، بنت عارف، بنت اکرام، بنت عبد الرزاق، بنت کرامت علی، بنت طارق محمود، بنت سید عاشق حسین شاہ، بنت اشفاق، بنت محمد نعیم، بنت اشفاق احمد۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، بنت محمد شہباز المدنی، بنت شہباز، بنت اصغر، بنت ریاض، بنت اقبال، بنت لیاقت، بنت محمد فیاض، بنت رشید، بنت خالد۔ مظفر پورہ: بنت محمد طارق، بنت عرفان، بنت عدنان المصطفی، بنت محمد اجمل۔ معراج کے: ہمشیرہ اویس علی، بنت محمد انور، بنت حافظ عدیل، بنت محمد نوشیر واں، بنت محمد اسلم، بنت محمد صدیق، بنت محمد اشرف، بنت محمد رفیق، بنت منیر حسین۔ میانہ پورہ: بنت منور، بنت محمد الیاس، بنت قمر شہزاد، بنت عتیق، بنت مقصود حسین، بنت محمد عمران، بنت سہیل، بنت محمد جمیل، بنت اعظم مبین، اخت حمزہ عمران، بنت طارق، بنت محمد منیر، بنت مخدوم حسین۔ نند پور: بنت محمد الیاس، بنت افتخار احمد، بنت ہدایت اللہ، بنت محمد رمضان احمد، بنت محمد صدیق، بنت عبد الرزاق، بنت محمد سلیم، ام ہانی، ہمشیرہ امیر حمزہ۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت محمد منیر، بنت اختر، بنت سوداگر حسین، ہمشیرہ احمد رضا، بنت شاہد، بنت قمر، بنت سلیم بیگ، بنت مولا بخش، بنت محمد زمان۔ فیصل آباد 137 روڈ سمندری: بنت جاوید۔ قصور الہ آباد: بنت انور۔ کراچی اورنگی ٹاؤن: بنت محمد اکرم۔ فیضان رضا: بنت ندیم یوسف۔ فیضان عطار: بنت رفیق، بنت لیاقت، ہمشیرہ احمد، بنت وزیر احمد جونیجو، بنت سرفراز نواز۔ ملیر کھوکھراپار: بنت مشتاق احمد خان۔ گودھرا: بنت انیس قریشی۔ گجرات سراجا منیرا: بنت رفاقت حسین۔ گوجرانوالہ کامونکی: بنت محمد رمضان۔ لاہور جوہر ٹاؤن: بنت منصور۔ ملتان ممتاز آباد: بنت مرسلین۔ میانوالی عیسی خیل: بنت گل نواز گورایہ۔ نارووال: بنت محمد ریاض۔

Go To Index

محترمہ بنتِ لیاقت عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: درجہ خامسہ فیضان عطار کراچی)

ہمیں کسی کی سادگی کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے، کیونکہ ہم نہیں جانتیں کہ بارگاہِ الٰہی میں کون زیادہ مقبول ہے۔ بسا اوقات سادگی اختیار کرنے والے لوگ اللہ پاک کے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور ہم انہیں معمولی سمجھ رہی ہوتی ہیں۔ سادگی تو ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی پیاری سنت ہے، پھر ہم کسی کی سادگی سے فائدہ کیسے اٹھا سکتی ہیں! حضور کو اختیار دیا گیا کہ چاہیں تو نبی بادشاہ بنیں چاہیں تو نبی بندہ بنیں، مگر حضور نے نبی بندہ بننے کو پسند فرمایا۔[1]

کبھی جو کی موٹی روٹی تو کبھی کھجور پانی | تیرا ایسا سادہ کھانا مدنی مدینے والے
ہے چٹائی کا بچھونا کبھی خاک ہی پہ سونا | کبھی ہاتھ کا سرہانا مدنی مدینے والے

دنیا میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض چالاک اور دنیادار ہوتے ہیں جبکہ بعض سادہ دل، مخلص اور نرم مزاج ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ دوسروں پر جلد اعتماد کر لیتے ہیں اور ان کے بارے میں اچھا گمان رکھتے ہیں۔ وہ خود بھی خیر خواہ ہوتے ہیں اور دوسروں کے لیے آسانی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ افسوس کہ بعض لوگ ان کی سادگی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے، انہیں دھوکا دیتے یا اپنا مطلب پورا کر کے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ رویہ نہ صرف اخلاقی طور پر غلط بلکہ انسانی ہمدردی اور اچھے کردار کے بھی خلاف ہے۔ حالانکہ سادگی کمزوری نہیں بلکہ اچھے اخلاق کی علامت ہے۔ سادہ انسان بناوٹ، جھوٹ اور فریب سے دور رہتا اور دوسروں کے لیے محبت و خیر خواہی رکھتا ہے۔ ایسے لوگ معاشرے کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے اعتماد اور اخوت کا رشتہ قائم رہتا ہے۔ اگر لوگ ایک دوسرے کی سادگی کا ناجائز فائدہ اٹھانے لگیں تو معاشرے میں بد اعتمادی پھیل جائے گی اور لوگ ایک دوسرے پر یقین کرنا چھوڑ دیں گے۔

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ کسی کی نرم مزاجی کو کمزوری سمجھ لیتے ہیں اور اس سے بار بار فائدہ اٹھاتے ہیں، اس کا حق مارتے یا جذبات سے کھیلتے ہیں۔ دوست اور رشتہ دار بھی ایسا رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔ سادہ انسان شروع میں خاموش رہتا ہے مگر دل میں تکلیف محسوس کرتا ہے۔ پھر اس کا اعتماد ٹوٹ جاتا ہے اور وہ لوگوں سے دور ہونے لگتا ہے۔ ایک غلط رویہ دل میں مستقل دکھ چھوڑ سکتا ہے۔

اسلام ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے کہ دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور کسی کو دھوکا نہ دیا جائے۔ دیانت داری، سچائی اور امانت داری ایک مسلمان کی اہم صفات ہیں۔ اگر کوئی ہم پر اعتماد کرے تو ہمارا فرض ہے کہ اس کے اعتماد کی حفاظت کریں۔ کسی کی بھلائی اور سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھانا ظلم کے برابر ہے۔ اچھے انسان وہی ہیں جو دوسروں کے لیے آسانی پیدا کریں اور ان کے جذبات کا خیال رکھیں۔ ہر مسلمان کی عزت اور احساسات اہم ہیں، اس لیے ہمیں کمزور یا سادہ انسان کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے بلکہ اس کی راہ نمائی کرنی چاہیے۔ ایک اچھا معاشرہ وہی ہوتا ہے جہاں لوگ ایک دوسرے کے لیے سہارا بنتے ہیں۔ اگر ہم مخلص رہیں گی تو لوگ بھی ہم پر اعتماد کریں گے اور محبت بڑھے گی۔

آج کے دور میں سچائی اور خلوص کم ہوتے جا رہے ہیں، اس لیے سادہ اور مخلص لوگوں کی قدر کرنا ضروری ہے۔ ہمیں دوسروں کے جذبات کا احترام کرنا چاہیے اور کسی کی نرمی کو اپنے فائدے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے۔ جو انسان اچھا برتاؤ کرتا ہے وہی عزت کے قابل ہوتا ہے۔

الغرض کسی کی سادگی سے فائدہ اٹھانا بہت بری عادت ہے یہ انسانیت، اخلاق اور دین تینوں کے خلاف ہے۔ ہمیں ہمیشہ سچائی، انصاف اور ہمدردی کے ساتھ زندگی گزارنی چاہیے۔ اگر ہم دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں گی تو معاشرے میں پیار، اعتماد اور بھائی چارہ بڑھے گا۔ سادگی کا احترام کرنا ہی ایک اچھے انسان کی پہچان ہے۔

---

[1] الشفاء، 1/130 ماخوذاً

سیرتِ مصطفٰے کورس

(اس سلسلے میں ہر ماہ اس شعبے سے متعلق مفید معلومات بیان کی جاتی ہیں۔)

اللہ پاک کے آخری نبی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تاریخِ انسانی کی سب سے کامل، جامع اور اکمل شخصیت ہیں۔ آپ کی مبارک ذات میں اعلیٰ انسانی اوصاف اور کمالات پوری ہم آہنگی کے ساتھ جمع ہیں۔ آپ صرف نبی و رسول نہیں بلکہ داعیِ حق، مصلحِ امت، مدبر حکیم، عظیم قائد، خطیبِ بلیغ، امیر ریاست، مربیِ کامل، منصفِ عدل اور مرشدِ برحق بھی ہیں۔ یوں آپ کی ذاتِ اقدس زندگی کے ہر شعبے میں مکمل راہ نمائی فراہم کرتی ہے اور آپ کی سیرت انسانیت کے لیے بہترین عملی نمونہ ہے۔

اس کورس کا مقصد یہ ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں سے متعلق بنیادی اور ضروری معلومات فراہم کی جائیں تاکہ ایک مسلمان اپنے نبی کی سیرت کو سمجھ کر اپنی زندگی اس کے مطابق ڈھال سکے۔ سیرتِ نبوی قرآنِ کریم کے بعد مسلمانوں کے لیے سب سے اہم ماخذ ہے، کیونکہ قرآن احکام بیان کرتا ہے جبکہ ان کی عملی صورت حضور کی سیرت میں نظر آتی ہے۔ اسی لیے قرآنِ کریم نے حضور کی زندگی کو ”اُسوۂ حسنہ“ یعنی بہترین عملی نمونہ قرار دیا ہے۔ ایک اُمتی ہونے کے ناطے یہ ضروری ہے کہ ہمیں اپنے نبی کی زندگی کے حالات کا علم ہو۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ حضور کی عادات و اخلاق کیسے تھے، حضور کی گفتار اور کردار کیسا تھا، عبادات اور معاملات کیسے تھے اور حضور نے زندگی کے مختلف مراحل میں کن آزمائشوں کا سامنا فرمایا۔ اگر ہم اپنے نبی کی سیرت سے واقف نہیں ہوں گی تو ان کے نقشِ قدم پر عمل ممکن نہیں ہو سکے گا۔ اس کورس میں حضور کی ولادتِ باسعادت سے لے کر وفاتِ اقدس تک کے تمام اہم مراحلِ حیات شامل کیے گئے ہیں۔ اس میں حضور کی ذات و صفات، اخلاقِ کریمانہ، روزمرہ معمولات، دعوت و تبلیغ کے مراحل اور دیگر اہم پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے تاکہ یہ کورس سیرتِ طیبہ کا جامع تعارف اور عملی راہ نمائی فراہم کرے۔

کورس کے مشمولات

☆ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا دورِ رضاعت ☆ بچپن کے واقعات و برکات ☆ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے تجارتی سفر ☆ آغازِ وحی ☆ تبلیغِ اسلام کے مراحل ☆ ہجرتِ مدینہ ☆ غزوات و سریات کا بیان ☆ الوداعی حج ☆ شمائلِ مصطفٰے ☆ قرآنی آیات و شانِ مصطفٰے ☆ خاندانِ مصطفٰے۔

کورس کرنے کے بعد آپ کس قابل ہو جائیں گی؟

سیرتِ مصطفٰے کو پڑھنے سے عشقِ رسول میں اضافہ، دینی شعور کی بیداری اور عملی زندگی میں بہتری آتی ہے۔ انسان اپنی ذاتی، خاندانی اور معاشرتی زندگی کو سنتِ نبوی کے مطابق ڈھالنے کے قابل بنتا ہے، جس سے دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

کورس کی اہلیت

یہ کورس ہر وہ اسلامی بہن کر سکتی ہے جس کی عمر کم از کم 13 سال ہو۔ اردو زبان لکھنا پڑھنا جانتی ہو۔

ایڈمیشن کے لئے رابطہ نمبر:

03139292992 | 03142036541

Go To Index

اسلامی بہنوں کے دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

مئی 2026 / ذیقعدۃ الحرام، ذی الحجۃ الحرام 1447ھ کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
منسلک اسلامی بہنیں		1151236	87168	1238404
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماعات	تعداد اجتماعات	13239	1577	14816
	شرکائے اجتماعات	520122	30692	550814
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	16373	1666	18039
	پڑھنے والیاں	133283	10809	144092
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		923357	31540	954897
مدنی مذاکرہ سننے والیاں		208308	13966	222274
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		161690	7976	169666
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		176460	11213	187673
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		39625	3092	42717

مئی 2026 میں اسلامی بہنوں کے 13 شعبہ جات میں ہونے والے کورسز و سیشنز کی مجموعی کارکردگی

	مقامات	شرکا
مدنی کورسز / سیشنز	28396	272794

53 واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے نومبر 2026

1. حضور کی غریب ونادار صحابہ سے محبت
2. کسی کے ساتھ برامت کیجئے
3. سہارا دینا ہے تو زندگی میں دیجئے

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 اگست 2026

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

Go To Index

فیضانِ صحابیات لالہ رخ بستی پنڈی واہ کینٹ

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی کرم نوازی اور امیرِ اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کے فیضانِ نظر سے اسلامی بہنوں میں صلوۃ و سنت کا پیغام عام کرتا ہو اشاندار **فیضان صحابیات لالہ رخ بستی پنڈی واہ کینٹ** کا باقاعدہ افتتاح 17 ستمبر 2023 کو انٹر نیشنل افیئر زڈیپارٹمنٹ (اسلامی بہن) کی رکن محترمہ اُمِّ عبدُ اللہ صاحبہ نے فرمایا۔ الحمدُ للہ علی احسانہٖ! اس فیضانِ صحابیات کو قائم ہوئے 3 سال مکمل ہو چکے ہیں۔

فیضانِ صحابیات لالہ رخ بستی واہ کینٹ میں ہونے والے دینی کام:

- ❖ الحمدُللہ یہاں رہائشی کورسز اور مدنی مشوروں کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً ہر ماہ 2 سے 3 شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔
- ❖ گلی گلی مدرسۃ المدینہ کی شروعات کو 3 سال مکمل ہو چکے ہیں، اس وقت تعداد 10 ہے۔ عنقریب 4 بچیاں مدنی قاعدہ اور ایک ناظرہ قرآنِ کریم مکمل کرنے کی سعادت پائیں گی۔
- ❖ بروز بدھ صبح 11 تا دوپہر 1 بجے تک اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع ہوتا ہے۔ یہ اجتماع تین سال سے جاری ہے۔ شرکا کی تعداد کم و بیش 50 ہوتی ہے۔
- ❖ مدرسۃ المدینہ بالغات کی شروعات کو 3 سال مکمل ہو چکے ہیں، اس میں دو درجے لگتے ہیں۔ طالبات کی تعداد 16 ہے۔ 8 طالبات نے مدنی قاعدہ اور 4 طالبات نے قرآنِ کریم ناظرہ مکمل فرمالیا ہے جن کا ٹیسٹ ہونا باقی ہے۔
- ❖ شعبہ روحانی علاج کا بستہ بروز جمعہ دوپہر 12 تا 4 بجے تک لگایا جاتا ہے۔
- ❖ یہاں سالانہ اجتماعات بھی ہوتے ہیں جن میں شرکا کی تعداد کم و بیش 50 ہوتی ہے۔

ib.darulsunnahpak@dawateislami.net